U72570 . 1[illegible]/12-09.

itle - AASAAR-E-GHALIB.

reator - MURATTIBA QAZI Abdul Wadood

ublisher - N.A.

Date - 1949

Pages - 68.

Subjects - Ghalib - Tanqeed; Ghalibiyaat - Tehqeeq.

زندہ دارد مرد را آثارِ مرد
بوئے گل باقیست چوں گردد گلاب

(نظیری)

مرتّبہ

قاضی عبدالودود

یہ کتاب جناب ڈاکٹر عبدالستار صدیقی کے نام معنون کیجاتی ہے

فہرست

عرضِ حال

آثارِ غالب کا بہت بڑا حصہ یا تو قلمی کتابوں سے لیا گیا ہے، یا ایسے مطبوعات سے جو عام دسترس سے باہر ہیں۔ اس سے جو چیزیں مستثنیٰ ہیں اُن کے شمول کی وجہ اپنی اپنی جگہ پر بیان کی جائے گی۔

فارسی خطوط حکیم حبیب الرحمٰن مرحوم کے کتب خانے کے ایک قلمی مجموعے سے ماخوذ ہیں۔ حکیم صاحب اُردو کے اچھے انشا پرداز اور زبردست حامی تھے۔ علمی خدمات بھی انھوں نے کم نہ کی تھی۔ اس کا اندازہ اُن کے کارنامہ حیاتِ ثلثۂ غسالہ کی اشاعت سے ہو سکتا۔ اُن کی بے وقت وفات سے اُردو کا بڑا نقصان ہوا ہے۔

آثارِ غالب کی ترتیب یا اس کے حواشی کی تحریر میں جناب ڈاکٹر عبدالستار صدیقی، جناب ڈاکٹر محمد زبیر صدیقی، جناب ڈاکٹر عندلیب شادانی، جناب عرشی، جناب مہیش پرشاد، جناب سید وزیر الحسن عابدی، اور جناب مختار الدین احمد آرزو سے مدد ملی ہے۔ میں ان اصحاب کا تہِ دل سے شکرگزار ہوں۔ چھاپے کی نگرانی بھی آرزو صاحب کے سپرد ہے۔ اگر وہ اسے صحیح چھپا سکے تو دُہرے شکریے کے مستحق ہوں گے۔ آثارِ غالب کی ترتیب بڑی عجلت میں ہوئی ہے۔ بعض امور کی حسبِ دلخواہ تحقیق قلتِ وقت کی وجہ سے نہ ہو سکی۔ میں ناظرین سے معذرت خواہ ہوں۔

عبدالودود

۳۰ مارچ ۱۹۴۹ء

حصہ اوّل

اردو نثر

(۱) دیباچہ لطائف غیبی

سیاح بحر و بر، ہیچ مدان بے ہنر سیف الحق میاں داد خاں حق شناسوں کی خدمت
میں عرض کرتا ہے کہ میں رہنے والا اورنگ آباد دکن کا ہوں۔ میں نے بعد تحصیل علم رسمیہ سیاحت
اختیار کر کے بنگالہ، دکن، پنجاب، وسط ہند، بلاد و قریٰ کے کہاں تک نام لوں قلمرو ہند میں سر تا سر
پھرا ہوں بلکہ سندھ و کابل و کشمیر و قندھار بھی دیکھ آیا ہوں۔ ان دنوں میں دو رسالے نثر کے
میری نظر سے گزرے: ایک قاطع برہان اور ایک محرق قاطع برہان۔ پہلا نسخہ یعنی قاطع برہان کا مؤلف
ایک شخص ہے، معظم اور مکرم والا رتبہ عالی شان عالی خاندان، انگریزی رئیس زادوں میں محسوب،
بادشاہ دہلی کے حضور سے مخاطب بہ نجم الدولہ دبیر الملک نظام جنگ یعنی غالب تخلص اسد اللہ
خاں بہادر۔ اور محرق کا جامع کوئی شخص رہا ہے دہلی میں سے کہ کبھی کسی زمانے میں کسی محکمۂ انگریزی
کا سررشتہ دار ہو گیا تھا اور اب خانہ نشین ہے، موسوم بہ منشی سعادت علی۔ نثر سے واقف نہ نظم
سے آگاہ، نہ عقل کا سرمایہ نہ علم کی دستگاہ۔ کسی بستی میں، کسی گاؤں میں، کسی گھاٹ پر، کسی
باٹ پر اس بزرگ کا نام کسی سے نہیں سنا۔ اسد اللہ غالب نام آور نامدار کوئی شہر ایسا نہ دیکھا
جس میں ان کے دو چار شاگرد دس بیس معتقد نہ دیکھے ہوں، ایک عالم ان کی فارسی دانی اور
شیوا بیانی کا معترف۔ نظم میں ظہوری و نظیری و عرفی کے برابر، نثر میں نثاران سابق و حال سے
بہتر۔ کلیات نظم نسخۂ سحر سامری، نثر میں پنج آہنگ سلک در خوش آب، دستنبو گوہر نایاب،
مہر نیم روز غیرت آفتاب، ہر نکتہ ایک کتاب، ہر کتاب مستغنی الجواب، جو بلاغت اور فصاحت کو جانتے
ہیں اور معنی کا حسن پہچانتے ہیں، متفق علیہ ان کا یہی عقیدہ ہے۔ اگر ایک آدمی کو عوام میں سے

ساطع برہان کمال اللہ، مطالب مندرجہ لغو بیشتر محرق قاطع کے مضامین منقول۔ فقیر نے
صرف ایک خط مرزا رحیم بیگ کو لکھا زیادہ اس طرف التفات کو تضیع اوقات جانا۔ تا نا میاں
امین الدین کہ اس پٹیالہ میں ملقب بہ مدرس ہیں انھوں نے ایک قاطع القاطع چھپوایا۔
استعداد علمی میں ہیچ بعد صرف مقاصد نحو و صرف فارسیت کی اسی قدر رعایت منظور رکھی کہ
فقیر کے بعض فقروں کی ترکیبیں اپنی عبارت کے قالب میں ڈھالیں۔ باقی سوائے عربی،
ہندی اور فارسی مسروقہ کے وہ مغلظ گالیاں دی ہیں جو کنجڑے، بھٹیارے استعمال
کرتے رہتے ہیں۔ کمال یہ کہ اُن کی منطق ہندی اور سنسکرت کی عبارت فارسی ہے۔ ہم
دیکھتے ہیں کہ کتنی بلا ہے ان دونوں میں علم تحصیل کرکے مہذب ہو گئے ہیں، عمامہ باندھے
ہوئے پڑے پھرتے ہیں۔ فحش نہیں بولتے، خلاف اپنی قوم کے صاحب و قبیلہ اُن کا روزمرہ
ہے۔ یارب میاں امین الدین کس بڑی قوم اور کس پاجی گروہ کے ہیں کہ مولوی کہلاتے مدرس
ہیں مگر الفاظ مستعملہ قوم نہ چھوڑے۔ اگر میری طرف سے ازالہ حیثیت کی نالش دائر ہو جاتی
تو میاں پر کیسی بنتی۔ مگر میری شکیبا نفس نے ازالہ حیثیت کے لفظ کو گوارا نہ کیا۔ اُن کی تحریر
اُن کے پاجی پن پر سجل ہے۔ بہ مہر ذرہ تا آفتاب ازراہ مدرس احمد علی صاحب عربیت میں
امین الدین سے بڑھ کر، فارسیت میں برابر، فحش و ناسزا گوئی میں کمتر، جتنے الفاظ توہین
و تذلیل کے ہیں وہ چن چن کر میرے واسطے صرف کیے اور یہ نہ سمجھا کہ غالب اگر عالم نہیں
شاعر نہیں، آخر شرافت و امارت میں ایک پایہ رکھتا ہے، صاحب عز و شان ہے، عالی خاندان
ہے، امرائے ہند، رؤسائے ہند، راجگان ہند سب اس کو جانتے ہیں۔ رئیس زادگان
سرکار انگریزی میں گنا جاتا ہے۔ بادشاہ کی سرکار سے نجم الدولہ خطاب ہے گورنمنٹ کے
دفتر میں خان صاحب بسیار مہربان دوستان القاب ہے۔ جس کو گورنمنٹ خان صاحب
لکھتی ہے اُس کو سڑی اور کتا اور گدھا کیوں کر لکھوں۔ فی الحقیقت یہ تذلیل بہ فحوائے
ضرب الغلام اہانت المولیٰ گورنمنٹ بہادر کی توہین اور وضیع و شریف ہند کی مخالفت ہے۔
پھر کیا بگڑا مولوی نے اپنا پاجی پن ظاہر کیا۔ میں نے معتقل امین ہے وہ میرا کریں بلا ان کے
سوائے لیا اور احمد علی کے الفاظ مذموم سے قطع نظر کر کے اُن کے مطالب علمی کا جواب
لکھ لیا۔ اس نگارش کا نام تیغ تیز تر رکھا ہے۔ جب اتمام اس کو چھپواؤں گا اور اپنے احباب
دور و نزدیک کی خدمت میں [illegible] ۔ [illegible] اماں نہ دو تو خیر مصرع: اے بسا آرزو
کہ خاک شدہ۔ اب یہاں سے آغاز فضول ہے۔ والدعا طالب غالب۔

(۳۲) ایک استفتا

اللہ اکبر۔ صاحبانِ قوتِ ناطقہ وقوتِ عاقلہ سے کہ وہ مقربانِ بارگاہِ مبدءِ فیاض ہیں، غالب کی یہ استدعا ہے کہ جب یہ تحریر کہ گویا استفتا ہے، نظر سے گزرے تو احد اللغتین میں سے جو لغت صحیح ہو اُس کی صحت اور لغتِ غلط کی غلطی لکھ کر خاتمہ عبارت پر اپنا نام لکھ دیں۔ مثلاً جہاں میں نے لکھا ہے کہ چشم عیب بیں صحیح ہے یا چشم غلط ساز، اس کے جواب میں رقم فرمائیں کہ چشم عیب بیں صحیح اور چشم عیب ساز غلط ہے۔ یہ عبارت چھاپی جائے گی اس واسطے ضرور ہے کہ فتوے میں توضیح ہو۔ فقط

سوال ۱۔ لغت فارسی کی حقیقت اور حروف کی حرکت میں فردوسی اور خاقانی سچے ہیں، یا ہندوستانی فرہنگ لکھنے والے؟

جواب۔ فردوسی و خاقانی سچے ہیں۔ ہندوستانی اُن کے مطابق لکھیں تو سچے اُن کے برخلاف لکھیں تو جھوٹے۔

سوال ۲۔ پیدائی و زیبائی صحیح اور پیدائش و زیبائش غلط، یا یہ چاروں لفظ صحیح؟

جواب۔ چاروں صحیح۔

سوال ۳۔ راند و ماند بر وزن چاند صحیح۔ رُند و مُند لہجہ ہے، اصل میں بر وزن تُند و کُند نہیں۔

جواب۔ راند و ماند بر وزن چاند صحیح، بر وزن رُند و کُند لہجہ ہے۔

سوال ۴۔ چشم کی صفت عیب بیں یا عیب ساز؟

جواب۔ عیب ساز غلط محض اور جو آنکھ کو عیب ساز کہے وہ احمق بلکہ اندھا۔

سوال ۵۔ فرہنگ نویس حال کی رائے اگر فرہنگ نویس ماضی کی رائے سے مطابق ہو خواہی بہ حسب اتفاق، خواہی از روئے مشاہدہ، یہ سرقہ ہے، یا تطابق رائے؟

جواب۔ یہ تطابق ہے، سرقے سے کیا علاقہ۔

سوال ۶۔ ششش ضرب نتیجہ خوب پشش [illegible] غسال، دہر و زرد و خشک و اقسام میوہ کو کہہ سکتے ہیں یا نہیں؟

جواب۔ معاذ اللہ، لا حول ولا قوۃ الا باللہ! کون کہہ سکتا ہے، مگر کوئی دیوانہ کہے یعنی ان چیزوں کو ششش ضرب نتیجہ [illegible] نہ لکھیں گے مگر جنون [illegible] جو یا تو ان کو لکھیں تو لکھیں۔

سوال ۷ - یہ مصرع وزن شعر میں درست ہے یا ناموزوں ؟

چشمِ مخالفاں بیا زن بہ تیر

جواب مصرع ہو تو کچھ لکھوں، فقرہ ہے، اس کو وزن سے کیا علاقہ ؟

سوال ۸ - آہنگیدن کا صیغہ آہنگیدن ہوگا یا فقط آہنگ ؟

جواب - آہنگید ہو سکتا ہے نہ آہنگ -

سوال ۹ - پالوایہ ایک لغت ہے، فرہنگ نویس کو اس کا ہم وزن چار ایہ لکھنا چاہیے یا چار خایہ ؟

جواب - وزن دونوں صحیح ہیں لیکن چار پایہ لکھنے والا آدمی ہے اور چار خایہ لکھنے والا چار پایہ -

سوال ۱۰ - گرازاں بہ معنی خراماں بہ کافِ فارسی مضموم ہے، یا کرازاں بہ کافِ عربی مکسور بروزن صفاہاں ؟

جواب - گرازاں بہ معنی خراماں بہ کافِ فارسی مضموم صحیح اور بہ کافِ عربی مکسور غلطِ محض -

سوال ۱۱ - کردہ و فرسخ و فرسنگ فارسی میں مقدار مسافتِ زمین کو کہتے ہیں۔ عربی میں کُراع بروزن صُراح مقدار مسافتِ زمین کو کہتے ہیں یا پاچہ گاو و گوسپند کو ؟

جواب - صراح میں بہ معنی پاچہ گاو و گوسپند لکھا ہے، بہ معنی مسافت غلطِ محض -

سوال ۱۲ - گلہری بہ کافِ فارسی بروزن آکھری صحیح، یا کلہری بہ کافِ عربی مفتوح بروزن ابتری صحیح ؟

جواب - گلہری بہ کافِ فارسی مکسور صحیح -

سوال ۱۳ - ہندوستان میں دخترِ نارسیدہ کو چھوکری کہتے ہیں، اہلِ ولایت چوکری کہیں گے - یہ بہ حذفِ ہائے مضمرہ چکری [illegible] حذفِ واو غلط ہے یا صحیح ؟

جواب - چکری جو اہلِ ولایت سے بھی زیادہ بدلہجہ ہو، وہ بتا سکے -

سوال ۱۴ - پا اور پاسے بہ اضافہ [illegible] جس کو عربی میں [illegible] ہندی میں اس کا نام پالوج [illegible] ہے، یا پائیزہ [illegible] ؟

جواب - پالو کو پائیزہ کہہ سکتا ہے مگر مجنون -

سوال ۱۵ - [illegible]

ماقبل لاکر زیر پیش ہے اس کے بعد پیش بیٹھتا ہے پردہ باستے فنا، رسی بھی انھیں
مضمون میں کہیں آیا ہے یا نہیں؟

جواب - کہیں نہیں آیا، اس پر ذہن کو پریشان کرنا کیا ضرور -

سوال ۱۱ - شاخ سنبل ریزۂ شراب انگوری کو کہہ سکتے ہیں یا نہیں؟

جواب - سنبل خانہ ریزۂ شراب کی صفت ہو سکتی ہے، انگور کی قید بے جا اور خانۂ سنبل
ریزہ مہمل اور غلط اور مخلوط - راقم محمد اسد عفی اللہ عنہ ---

سب جواب مجیب کے صحیح ہیں، الطاف حسین پانی پتی عفی اللہ تعالیٰ عنہ

سب جواب دونوں مجیبوں کے باصواب ہیں - محمد سعادت علی مدرس گورنمنٹ اسکول دہلی -

سات [illegible] نکات سوال کے جواب میں میں بھی نواب محمد مصطفیٰ خاں صاحب کا
ہم زبان و ہم داستان ہوں - الراقم الآثم محمد الملقب بہ ضیاء الدین عفی عنہ -

(۴) خط اردو بنام میر ولایت علی

جناب میر ولایت علی صاحب مہتمم مطبع عظیم المطابع عظیم آباد واسطے اپنے جد کے میری تقصیر
معاف کیجیے۔ درحقیقت میرا گناہ نہیں۔

'پیری و صد عیب چنیں گفتہ اند'

ستر برس کی عمر حافظہ معدوم (کالعدم)، نسیان مستولی کل آپ کو بہ مطلب ترجمۂ بوستانِ خیال
مترجمۂ صفیر بلگرامی خط لکھا۔ لفافہ کرتے وقت ٹکٹ چسپاں کرنا بھول گیا۔ آج جو بکس کھولا ٹکٹ
بکس میں پایا۔ ذلیل و خوار و خجل و شرمسار۔ آج لفافۂ جدید میں ملفوف کرکے بھیجا ہوں
خدا کرے کہ کتاب وہاں سے پہلے روانہ ہو اور یہ لفافہ وہاں بعد پہنچے۔

۱۷ اپریل ۱۸۶۵ء - نجات کا طالب غالب

(۵) دو فارسی شعروں کے مطالب

صبا ہے اسب زبان [illegible] — زلف [illegible] بیان تو [illegible]
[illegible] نسبت [illegible]
[illegible]

کچھ مشابہت ہے کر کے ساتھ

"درصفحہ بود ہم ہمہ آنچہ در دل ماست ——— در بزم کنزاست گل و در چمن بیشے است"

پھول باغ سے آیا کرتے ہیں، باغ میں ہزاروں پھول ہوتے ہیں، مجلسوں میں دس دس پانچ پانچ ہوتے ہوں گے۔ شاعر کہتا ہے کہ میرے مضامین پھول ہوتے ہیں، اور میرا دل چمن ہے اور صفحہ انجمن۔ مضامین اتنے ہی نہ تھے جو دیوان میں آ گئے۔ چمن میں پھول اور دل میں معنی بہت ہیں۔

اردو نظم:

(۲) اشتہار پنج آہنگ

مژدہ اے رہروانِ راہِ سخن ۔ پایہ سنجانِ دستگاہِ سخن
طے کرو راہِ شوق زود زود ۔ آن پہنچی ہے منزلِ مقصود
پاس ہے اپنے سوادِ اعظمِ نثر ۔ دیکھیے چل کے نظمِ عالمِ نثر
سب کو اس کا سواد ارزانی ۔ چشمِ بینش ہو جس سے نورانی
یہ جو دیکھو کہ کیا نظر آیا ۔ جلوۂ مدعا نظر آیا
ہاں یہی شاہراہ دہلی ہے ۔ مطبعِ بادشاہ دہلی ہے
منطبع ہو رہی ہے پنج آہنگ ۔ گل و ریحان و لالہ رنگا رنگ
ہے یہ وہ گلشنِ ہمیشہ بہار ۔ بارور جس کا سرو گل بے خار
نہیں اس کا جواب عالم میں ۔ نہیں ایسی کتاب عالم میں
اس سے اندازِ شوکتِ تحریر ۔ اخذ کرتا ہے آسماں کا دبیر
مرحبا طرزِ نغز گفتاری ۔ حبذا رسم و راہِ نثاری
نثر مدحت سرائے ابراہیم ۔ ہے مقرر جواب پنجے تسلیم
اس کے فقروں میں کون تا کے ۔ کیا کہیں کیا وہ راگ گاتا ہے
تین نثروں سے کام کیا نکلے ۔ اُن کے پڑھنے سے نام کیا نکلے
ورزشِ فقرہ کہیں کب تک ۔ داستانِ نشیبِ دکن کب تک
تا کجا درسِ نثرہائے کہن ۔ تازہ کرتا ہے دل کو تازہ سخن

(۸) ہجو سعادت علی

اے منشی خیرہ سر سخن ساز نہ ہو — عصفور ہے تو مقابل باز نہ ہو
آواز تری نکلی اور آواز کے ساتھ — لاٹھی وہ لگی کہ جس میں آواز نہ ہو

(۹) فردیات اُردو

بیچارہ کتنی دور سے آیا ہے شیخ جی — کعبے میں کیوں دبائیں نہ ہم برہمن کے پاؤں
کوئی اس کا جواب دو صاحب — سائلوں کا ثواب لو صاحب

فارسی نثر: ——————

(۱۰) تقریظ قاطع برہان

از من بہ من سلام و ہم از من بہ من پیام — رنج دل است مایۂ سلام و پیام ما

ہاں غالب سپید موئے سیہ نامہ از این بزم سخن کہ آرائی خیز و دیگر خود نمائی چہ خواستہ ای گفتی کہ دانش دران واگر وہمہ هندیان را حق پسند آمد ہمیں خیال ہم بہ مغز رسد ندانی کہ ازین خیابان ما تا بہ بیابان بہ قول جامی علیہ الرحمۃ مصرع

"چشم نابستہ کسان ہم گذرند"

اے یار خاطر دانا و نادان در اندیشۂ دانایان جز گفتار گذشتگان دل پسند نیست و نادان را با ہیچ سخن و سخنور پیوند نیست - بارے سپاس ہر دمی و مہر ورزی آن مردم چشم مہر ورزی و مہر چہرہ مہر دمی آن بہ دانش کہ ازان مایہ دان بہ جاہ بلند پایہ آن بہ سرکشان چون فریدون با ضحاک و با فرد دستان چون سلیمان با مور سراپا دانش و ہمہ تن بینش منشی نول کشور بجائے آرکہ بہ خریداری دکان بے رونق کمر بستہ تا نقش این کلیہا در انطباع درست نشستہ - آگر این جوان مرد بیدار دل بہ بستن شیرازۂ اوراق پریشان نپرداختے کاغذ مسودات قاطع برہان را کاغذگر بردے و بہ آب آغشتہ فرو کوفتے تا مہرہ بہ دست خریدے تا چکہ بہا ساختے - بہ آئینہ کاک حق گذارم پایان آن نسخۂ منطبع را بہ ستیز ..... تاریخ ورزدی خورشید نیک اندیشی ..... ماخوذ کس سے دستوری صاحب مطبع اودھ اخبار ...

نازنینی را از زیستن و رآزار از کاست بیزار یابی از راز دانام گویم که چون حسن عبارت نگرست و دانست
که روے خوب را چشم بد در کمین و کمال را عین الکمال بدنبال است، به چشم داشت دفع گزند چشم
زخم سودمندے حرزے نبشت - یارب این نگاشته چشم بنام آن سفرنگ بافر و فرهنگ بادو بدان
ثمر نورس دست تاراج هیچ هرزه مرس مرساد -

(۱۳) تقریظ دری گشا

یزدان روان به خرد فرزانه گردیده گرده مردم زبان های جداگانه آموز هر زبان را زبان دان پدید آورد و بهر گنجینهٔ دربسته را کلید آورد۔ درین روزگار پارسی گفتار را دانائی آفرید، نے نے قلمرو زبان دری دارائے آورید که نخست شرح دل پذیر بر دساتیر نگاشت سپس به نشستن فرهنگ لغات همت گماشت - از آن روکه اسم سامی مولانا و بالفضل اولنا به زبان پردین فشان کلک خویش در روزگاه مذکور است، بے صرفه بردن نام نامیش از ادب دور است - غالب دانش جوے آن بیچ گوید که من به ستایش گری و فرمان بری احباب کار را زیبش و برهم و فراهم کار لفظے چند را آئین پیوند گزینی یادگار گذاشته، معنی را با خویش سے برهم به سرمستی باده سواد عبارت دیباچهٔ فرهنگ بحودانه تگ سرائی و بدیع آفرین گستری آفرین شناسے شده ام گفتار مرا حسن قبول روزی باد -

فارسی نظم:

(۱۴) نامهٔ منظوم بنام جوہر

دفا جوہرا از تو غم دور باد — دلت سرخوش بادهٔ سور باد
رسید از تو الفت فزا نامهٔ — روان تازه کن دلکشا نامهٔ
نخواهم که در عرصهٔ روزگار — نشیند ترا بر دل از غم غبار
ز رنجوری من مخور غم که من — ندارم غم هستی خویشتن
نه جان از من است و نه جسم آن من — ترا از مردن من چه نقصان [illegible]
حدیثے ست شائسته و سودمند — ز شائستگی بوده دانا پسند
از آن کس که فرزند او می‌شود — اگر از من نباشد نکو می‌شود
چنان داده فرمان که در ساز راه — نباشی به حیلت گری عذر خواه
عزیزان رهبر دگر راهی کنند — به شادی در آن ناحیت می‌رسند

رسید، ناچار رقعۂ موسومۂ مولوی سراج الدین احمد صاحب در نوردِ عریضه فرستاده شرحِ آں بہ جناب رقم زدم، و کہاررا مامور بہ تقدیمِ احکامِ جناب ساختم۔ فقط۔ رقعہ بنامِ مولوی صاحب برائے آنست کہ کہار خانۂ مرزا اکبر بیگ صاحب نمی داند

—— (۳) ——

جنابِ رافت انتساب مخدومی و مطاعی مرزا احمد بیگ خاں صاحب دام مجدہٗ۔

مخدومِ من، شبِ شادی نورچشم محمد علی خاں اتفاق آں افتاد کہ چوں نیمے از شب سپری گشت، بہ خانۂ خویش آمدم، لیکن چوں خود را مہمان نمی شمردم، و تکلف درمیاں نہ بود، بہ تودیع نہ پرداختم، و بے خبر برخاستم، بل کہ مخدومی جناب ابوالقاسم خاں صاحب خبردارند۔ بالجملہ آں دو پاس شب درغنودن بسر بردہ پگاہ برخاستم، و بہ لوہاروگی رفتم۔ دو روز و دو شب درآں جا آرمیدہ، و دیروز کہ دوشنبہ بود، آخرِ روز بہ کاشانہ باز آمدم۔ مخدومی نواب علی اکبر خاں سلام گفتہ اند، و تہنیت رسانیدہ اند۔ ایں بود اخبارِ آوارگیہائے شوق کہ گفتہ شد۔

امیدوارم کہ از صحت و عافیت مزاجِ خود و صاحبزادہا آگہی بخشند۔ نیازمند دلی۔ اسد اللہ۔

—— (۴) ——

جنابِ فیض مآب حضرت مرزا احمد بیگ خاں صاحب دام اشفاقہٗ۔

عالی جنابا مکتوب [illegible] خواجہ فیض الدین حیدر صاحب می رسد، امید کہ در نوردِ کاغذِ جناب بہ جہانگیر نگر روان شود۔ ملتمس آں کہ عزیزے [illegible] بہ آں کہ توفیر محلے بہ میاں نیست، مہربانی نامہ فرستادہ است، اگر جواب نخواہد رسید، بہ بے وفائی راقم گماں خواہد کرد۔ پنہانا کہ من آں می خواہم کہ جنابِ خاص از برائے ایں مکتوب کتابتے سرانجام دادہ روان فرمایند کہ منت بر من خواہد بود۔ زیادہ نیاز۔ اسد اللہ

—— (۵) ——

بہ خدمتِ عنایت مخدومی و مطاعی و ملاذی جناب مرزا احمد بیگ خاں صاحب

دام لطفہ مقرون باد۔ بہ عزّ عرض می رساند، امروز بہ وقتے کہ می بایست نخست بہ
دفترخانہ رسیدہ، و از آں جا بہ بارگاہ رفتہ، شرف ملازمت جناب لاٹ (کذا)
صاحب بہم رسانیدہ شد۔ امروز نیز چوں روز گذشتہ بہ پاسِ خاطر جناب مرزا
افضل بیگ صاحب و حضرت مولوی سراج الدّین احمد صاحب ہم دریں جا اتفاقِ
زیست افتادہ است۔ انشاء اللہ تعالیٰ فردا تا نیمہ روز کلبۂ احزانِ خویش رسیدہ
خواہد شد۔

دو شالہ برائے محفل کہ رقعہ اش رسیدہ است، داشتہ شد، و دستار
چوں حاجت بداں نبود، بہ خدمت فرستادہ آمد۔ زیادہ جز تسلیم چہ نگارد۔
محمد اسد اللہ۔

(۶)

مخدومی مکرّمی جناب مرزا صاحب مکرّم مناقب زاد عنایتہٗ، سخنِ لطیف
بہ خاطر رسیدہ است، می خواستم کہ بہ خدمت رسیدہ، بہ معیّت جناب بہ دولت خانۂ
راؤ صاحب والا مناقب راؤ شیو راؤ صاحب حاضر شوم، لیکن تا اکنوں عناں گیر شوق
گردید، کہ خلوتے چناں کہ باید، دریں ہر دو جا میسّر نخواہد آمد، لہٰذا معروض می دارد
کہ رقعۂ مرا بہ خدمت راؤ صاحب رسانیدہ، و جناب شاں را از استدعائے
من آگاہانیدہ، خواہ آخر روز خواہ اوّل شب جناب سامی در راؤ صاحب بہ کلبۂ احزانِ
راقم قدم رنجہ فرمایند۔ دریں باب تغافل بہ میان نیاید۔ زیادہ جز تمنّا چہ گذارش۔
عاصی اسد اللہ۔

(۷)

مخدوما مطاعا دام مجدہٗ، حالِ تحریرِ بزمِ طرب ہنوز حالی نہ گشتہ، امید کہ
از کیفیت زمان و مکان بیاگاہانند۔ دیروز کتابت مخدومی نواب علی اکبر خاں کہ دم
صید نوازشہائے اوست، از ہوگلی رسیدہ است، نیازمند مرا برائے عیادت
طلبیدہ اند۔ می خواہم کہ روم، و ہفتہ در آں جا باشم۔ ہمانا کہ از برائے آں می پرسم
کہ اگر چہار شنبۂ حال کہ پس از پنج روز می آید، روزِ انعقادِ انجمن قرار یافتہ باشد،
در رفتن درنگ کنم، ورنہ از چہار شنبہ روم، و احیاناً اگر محفل آرائی در ماہِ رمضان

مولوی صاحبِ ممدوح چه می فرمایند، و این قدر هم موقوف به رضاے جنابست، اگر به خاطر بگذرد، تنها درد ع "صلاح ما همه آنست که" "صلاحِ شماست" زیاده نیاز.
اسدالله ۔ اسد ۔

............(۱۰)...........

قبلۂ من، دو شالِ سبز که پریشب از ملازمان آورده بودم، اینک به دستِ کهار می رسد، رسیده باد. دیگر، نیاز نامه موسومۂ جناب فیض الدین حیدر صاحب سلّمهم الله تعالیٰ مرسل است، به توجهِ ملازمے از ملازمانِ جنابِ سامی از نظرِ مکتوب الیه گذشته باد. دیگر آن که وعده داشتم که هرگاه به بلاے نزله و زکام مبتلا خواهم شد، چاشنی گیرِ مذاقِ بنفشا که بالفعل به برش معروف است، خواهم شد، اینک آن نزله و آن زکام. امید که به قدریک توله از آن مرکب عنایت شود، تا دو سه روز به اکلِ آن مبادرت نماید. زیاده نیاز. اسدالله،

............(۱۱)............

والا قدرا، اوراقِ جامِ جهان نما رسید، مدعا به حالِ صاحب رزیڈنٹ (کذا) دهلی رسیده نه بود، معلوم شد که هنوز در الور است، اگر از آن جا به جانب جے پور و جودهپور رفت، دیر از پایۂ تا معاودت نماید، و اگر از آن جا برگردد، هر آئینه زود تر دستگاهِ کار متصوّر است. بالجمله آن اوراق را دیده، هم چناں به حاملِ نوازش نامه سپرده شد. دو شاله نیز به دستِ وے فرستاده آمد، تواهد رسید. زیاده نیاز.
چه تماشاست که اجزاے کلیاتِ رعنا مرا به یاد آمد، و نه جناب فرستادند، و اینک نیز به تحریرِ عریضه ها به خاطر گذشت. اسدالله ۔

.... ۱۲ ....

قبلۂ حاجات، چوں رفتنِ جناب به راهِ گنگا (کذا) اتفاق نیفتاد، و دانستم که جناب را اشتیاقِ دیوانِ فقیر بیش از بیش است، ناچار التجا به نواب صاحب قبله و کعبه مبارز الدوله نواب حسام الدین حیدر خان بهادر کردم، و دیوانے که جنابِ ممدوح براے خود به شوقِ تمام نویسانیده بودند، به گدائی طلبیدم. ایزد تعالیٰ نواب صاحب را سلامت دارد که بطلانِ ذوقِ خود روا داشته، آن اجزا به من بخشیدند، چناں که

آں اجزا بہ خدمت فرستادہ می شود۔ بہ احتیاط نگاہ باید داشت، و بہ حیدرآباد رسیدہ
جلد ایں اجزا مرتب باید ساخت۔ زیادہ نیاز۔ اسد اللہ۔

(۱۳)

عالی جنابا، دام لطفہ، کہار بہ ذریعۂ عبودیت نامہ بہ خدمت می رسد، اُمید
کہ بہ رحم علی بفرمایند کہ دستار از دستار بند بہ کہار دہد و جہ دستمزد از کہار بہ دستار بند
بدہاند۔ زیادہ نیاز است نیاز۔ اسد اللہ۔

(۱۴)

جناب عالی۔ چوں امروز دریں فراہم آوردن فرمایش ملازماں ماندہ ام،
اگر بہ خدمت نہ رسیدیم، ہم از حاضرانم۔ امید کہ اجزاے غلط نامۂ جناب سید
عالم علی خاں صاحب رقم کنید و بہ من فرستید۔ بہ شرط بقاے حیات فردا ہنگام نیم روز
بہ خدمت می رسم۔ زیادہ نیاز۔ اسد اللہ۔

(۱۵)

خواجۂ جمیل المناقب، رفیع الشان، مخدوم و مطاع بندہ، جناب خواجہ
محمد حسن صاحب زاد مجدہٗ۔ قبلۂ من، ہر چند مطلبے کہ زبانِ گہر فشاں بہ گوشم
رسیدہ است، بداں نیرزد کہ نامہ را بداں تواں آراست و سخن را در شرح آں دراز
تواں کرد، و عبارت رنگین کردن و مزہ بے مزہ استعارات در عبارت صرف ساختن
از مطلب باز ماندن و مکتوب الیہ را در پیچ و تاب انداختن است، لیکن اگر فرماں بجا
نیارم، خاطر عاطر ملال گردد، بہرحال سطرے چند سادہ و ہموار رقم می گردد و ہو ہٰذا:
"پیش ازیں دو قطعہ عرضداشت از لکھنؤ (کذا) یکے بہ فور ورود در آں دیار"
"و یکے حین روانگی از آں معمورہ بہ حضور کرامت ظہور ارسال یافتہ، اغلب کہ بہ نظر اقدس"
"اثر گذشتہ، اشارہ کہ الطاف مندرج گشتہ باشد۔ بالجملہ عبودیت کیش بہ رہ نمائی"
"اقبال خدایگانی با استقبال دولتہاے مستقبلہ بہ دار الخلافت شاہجہاں آباد"
"رسیدہ، از رنج سفر ڈاک آرمیدہ، در صدد آنست کہ ساز و برگ سفر ترتیب"
"دادہ، رہ گراے منزل مقصود گردد، و از عالم نیکو بندگی و ہوا خواہی آں چہ"
"در مکنون ضمیر فدویت تخمیر [illegible] الوقت بہ اظہار"

"برادر صاحب قبلہ خواجہ فخر اللہ صاحب حالی راست عالم آراے خواہد گردید، زیادہ
"حدّ ادب۔ نیّر دولت و اقبال از مشرقِ جاہ و جلال بہ فروغ جاوید تابندہ"
"و درخشندہ باد۔ فقط۔"

اسد اللہ مکرّر عرض می کند کہ مطلب مختصر است، و حرفِ مختصر را طول بیجا دادن از عیوبِ عبارت است، امّا درازیِ القابِ برادر صاحب خود اختیار دارند، اگر یک دو لفظ بیفزایند، زیاں ندارد۔ والسّلام والاکرام۔

(۱۴)

یا اسد اللہ الغالب۔ بہ والا خدمت رفعت درجت خواجہ صاحب جمیل المناقب عظیم الشّان، مخدوم و مطاعِ نیاز مندان جناب خواجہ فخر اللہ صاحب زاد مجدہٗ و علاؤہٗ، منظور و مقبول باد۔ قبلۂ حاجات، در آغاز نامہ دوست را بہ گراں مایگی ستودن باد خوانی و افسانہ گوئے بودن است، ایں زمزمہ بہ سخن سازان مبارک و در نوردِ نگارش سرگذشت حرفِ شوق نشستن نقاب بہ روے شاہد راز فرو ہشتن است، ایں شیوہ بہ پردہ طرازاں ارزانی۔ گزیں روشے کہ نامہ نگاری را شاید آنست کہ نبشتن از گفتن آں مایہ دور تر نرود کہ سر ایں ہر دو رشتہ باہم دگر نہ تواں تافت و نقشِ یکے در آئینۂ دیگرے نتواں یافت۔ بالجملہ بہ جرم ایں کہ دیدہ را آئینہ دار جلوۂ شاہد مدّعا خواستمے چہ روزہاے سیاہ کہ نہ دیدستم و بادافرہ ایں کہ پنجہ را شانۂ زلف لیلاے مراد نقش بستمے چہ بلاہا کہ از دہر نہ کشیدستم۔ از بیدادِ سطوت عدو نالاں و سینہ بہ دم تیغ مالاں بہ کلکتہ رفتن و عمرے دراز دراں مینو کدہ فراخ در کشاکشِ بیم و امید دل تنگ زیستن و آنگاہ چوں دعاے نامستجاب برگردیدن و چوں بلاے ناشایستہ و باے ناگہاں بہ وطن رسیدن و آمیزش ہنگامِ ستم پیشہ با دشمن و گم گشتن [illegible] کار از دست و رسیدن آں آنگیختہ تیر بہ سنگ و فرو رفتن بنا ریزہ در پاے و مردانہ مستر اند رواست [illegible]۔ بہ مرگِ ناگہاں در آغاز دادرسی در رفتن مولوی محمد حسن از میانہ در ہنگامِ پایانِ تظلّم و عارض گشتن ایں چنیں اعراض رنجہ بہ جوہرِ صحت حال و ابی گشتن کارہا در کشاکشِ امواج طوفانِ ایں گونہ حوادث اگر خواہمے کہ بہ استیفا برگذارمے و سراسر عرضہ دارمے بہ صد صفحہ کراں نپذیرد و بہ ہزار نامہ انجام گزارش نگردد۔

مخدومی خواجه محمد حسن صاحب تیرگیِ روزِ سیاهِ نامه‌نگار دیده‌اند، و غربتِ من در وطن
تماشا کرده‌اند۔ دل از آمیزشِ بی‌وفایانِ فرنگ هم بر آمده و روان از اختلاطِ این
تاری درونانِ سفید رنگ آزرده۔ حالیا بر آن سرم که اگر کسی از جاه‌مندانِ هندوستان
به من پردازد و به هنجارِ اندازه نگاه‌داری و قانونِ پایه‌شناسی مرا به سوی خود خواند،
دل به پیچاکِ طرهٔ دل‌آویز گردش بندم و در خدمت سر به سایهٔ دیوارِ قصرِ والاایش گشایم
ور نه قلندرانه از سرای تیره خاکدان برخیزم، و گردِ جهان گردم و سراسر آفاق
پیمایم۔ دل به طوفِ آتشکده‌های یزد می‌کشد و دیده تماشای گلخانه‌های شیراز
می‌جوید، چنان که شوقم درین پرده بدین آهنگ فراوان زمزمه یاد دارد:

غالب از هندوستان بگریز فرصت مغتنم است در نجف مردن خوش است و در صفاهان زیستن

سطری چند به صنعتِ تعطیل از رگِ کلک فرو تراویده و دل از پرسشِ تاکی شهیدِ جلوهٔ این
آرزو گردیده است که عنوانِ این ورق به لمعهٔ نگاهِ معلیٰ القاب سیدِ عالم و قبلهٔ اہلِ
عالم خاورستان گردد۔ اگر از گزلکِ ملالِ طولِ زمانِ فراق حرفِ وفا از صفحهٔ خاطر
نسترده، و صرصرِ استغنا خاکسار بهای غالب را به تمام از یاد نبرده باشد،
همت دریغ نباید داشت۔ والسلام والاکرام۔ اسدالله نگاشتهٔ دهم
رمضان سنه ۱۲۴۸ ہجری۔

(۱۸)

قبلهٔ من، عنایت‌نامه رسید، و دعا حالی گردید۔ بنده را در طعامِ امروزه
دو عذرِ صریح است: یکی این که به شب مبادرت به اکلِ غذا نمی‌کنم هرگز،
دو، امروز روزِ یکشنبه است، از اکلِ لحم اجتناب دارم، و اگر چنین نبودی
بر طرفِ مائده نشستمی، و استخوان ریزهٔ کبابی می‌خوردم۔ امید که به حسنِ صورت
معاف دارند، مگر برای بنده قدری از آش (کذا) نگاه دارند۔ فردا به وقت
صبح به خدمت رسیده، و چیزی خورده رخصت خواهم شد، و [illegible] یا نظر به زود
خواهم نشست، و روانه خواهم شد۔ امروز [illegible]
[illegible]۔ مولانا سراج الدین احمد صاحب سلام [illegible] فقط

(۱۹)

[illegible]

مهر مجسّم و لطف مصوّر سلامت. همانا که به اشراق ضمیر فرا رسیده اند
که فلانی را شکوهٔ استغنا در فرود فراست و اندوه بی‌مهری داستان داستان
ازین جاست که نامه فرستاده اند، و نوید جوشش دل داده. ما نیز لب از شکوه
فرو بسته ایم، و زبان به ستایش مهربانی گشاده. خرسندی خاکساران کوی
محبّت وابسته به همین نگاهیست دلشاد ما چو وارستگان عالم الفت به بند
پرسش گاه گاهی. مکرمی جناب مولوی سراج الدین احمد صاحب به هم زبانی
مشفقی آغا محمد حسین فصل در استقرار امر تودیع از جانب جناب تحویل سامعه فرموده اند
حقّا خدا که در نورد هر گونه گذارش دل را بدان نزاله هم آواز یافته ام چه نیک داشته
ام که تنها قلم به عمد رو نه نموده، و صداع مانع وداع بود، بل که درین داوری معاف
با خویشتنم که چرا فرصت از کف دادم و وقت وداع در نیافتم. کاش دو سه روز
در جهانگیر نگر داشتمی تا تکمیل سیه بازی ای من گردیدی، و از جانب من بساط
پوزش گستردی. چه خوش باشد که اکنون هم پیشه کسی های من فرمایند، و هم تو ده
از جانب من عذرت خواه خویشتن باشند. والسلام والاکرام. فقط
محمد اسد الله ۲ از رمضان

— (۱۹) —

مخدوم من سلامت، هفته‌ها است که چشم از دیدن و گوش از شنیدن
محروم است. پوشیده نماند که جناب مولانا سراج الدین احمد مدّظلّه العالی چنگ
به دامن استعداد زده، مرا از خویشتن در هنگامه به تو تالاب برده بودند.
تمنا داشتم که جناب مخدومی نیز به تقریب سیر و تماشا آمده باشند. هرچند
من و مولنا درین آرزو بوده ایم و خلق از هم نشکافتیم، از گرد راه ملازمان شما
نیافتیم. بالجمله تختی از واماندگیهای خویش و دعایم که چرا به خدمت نرسیدم، و هم چنان
باده از تغافل و استغنای جناب در صد هزار گونه پیچ و تابم که درین ده دوازده روز هرگز نه
نوشتند که فلانی را چه پیش آمد که نیافت. بهر رنگ سلامت باشند و دیر مانند. فقط اسد الله

— (۲۰) —

مخدوم و مطاع من سلامت. امروز که ابر بیا و آب آوردن به نعل ذکی.

را باید که اگر فی نفس الامر درپی امری باشد، خود را چنان فارغ بال آبادانی وانماید
که کس از رازش آگاه نگردد، نه که مثل شما صاف دل و فارغ بال گردد، که
با وصفِ بی طمعی و آزادی خود را در نظر مردم افتاده و طمّاع قرار دهد. مدعا اینست
که بدین گروه یعنی حکام انگریز مصادقت مکنید، و جمله از خود متوحش و از مخلصانِ خود بیم ناک
انگارید. اگر عزم رسیدنِ این دیار دارید، خموش باشید. هرگاه آن خواهد آمد،
به چشم خود خواهید دید.

از حالِ محمودی نواب مهدی علی خان خبرم نیست. من از این سراسیمگی
که از یمین و یسار در شکنجهٔ بیم و خطرم کشیده اند، مجال نامه نگاری نیافته ام. و
نواب صاحب را کجا دماغ یاد آوردنِ خاکسار است. اسد الله. فقط

(۲۳)

شکوهٔ بی پروائی ام در خدمت سرکار بیش از آنست که به تحریر آید و به
تقریر گنجد، ناچار نیچه بند را به جان او و جان او را به خدا سپردم. فقط.

تحنت خیر و عافیت نور العین محمد علی طال الله عمره بفرستند که جان
بیارامد و دل بیاساید، پس از آن رقعهٔ مرسومهٔ خود را سرتاسر به تامل بنگرند و
سراپای آن بگذرند و آنگاه در بیاضِ خویش نقل کرده، اصلِ مکتوب را از هم بدرند و
به آب و آتش دهند. زیاده نیاز. فقط.

(۲۴)

جناب میرزا صاحب والا مناقب سلمه، دو شمیم تبیع لطف و کرم تراوشها نمود. پس از
اعلانِ التزامِ شیوهٔ تسلیم معروض این که مجموعهٔ نثری که فرستاده بودند، از نظر گذشت، و
تا دیده به سوادِ آن بیاض آشنا گشت، حیرتی چند روی داد که توضیح آن ضرور افتاده. لیکن از
آنجا که دماغ هنگامه و عزم تحریر پیاده ای نامه نداریم و بسط کرده ایم که در یک صفحه
به آرایشِ عبارت نگرائیم و مقصدی جواب اعتراضات نه شمریم. ناچار هر که میبیند بداند
که ما را التفات به جواب دندان در مقابله نیست. مختصر مفید در آن اوراق مرقوم دیده ایم
که این مصرع

«دم نگاهبانش از دراز بهای مژگان بر نمی آید»

انشاءاللہ العظیم بہ روزِ یک شنبہ باہم دیگر تودیع بہ میاں خواہد آمد۔ زیادہ نیاز۔
امید کہ از حالِ مرزا غلام حسین اطلاع بخشند، دیگر از روانگیِ مکتوب ڈھاکہ
بیاگاہانند۔ دیوانِ ظہوری علیہ الرحمۃ اغلب کہ بہ خواجہ مستقیم صاحب رسیدہ
باشد۔ والسّلام والاکرام، فقط

(۲۶)

قبلۂ من، سپاس ایں ہمہ مہربانی کہ پس از عمری بہ یادم آوردہ اید چگونہ
سپری کردنِ عمر نتواں کرد۔ دانم کہ از عمر اندکی ماندہ است، ہر آئینہ آں
سپاس را از گزاردنِ آں قطع نظر نتواں کرد و از کام و زباں بہ درد کشم و بہ
مغز و دل و جاں می انجامم تا گزاردہ شدہ باشد و بہ یاری کام و زباں ادا کردہ شود۔
بے کساں را یاد می آورید و در [illegible] ایں نامہ شاد می کنید، یا رب دیر مانند
از در دل و دیدہ [illegible] ہم دل شاداں بہ فرزندانِ ارجمنداں (کذا) دعا رسیدہ
باد۔ فقط

(۲۷)

منت بہ نازِ ایشاں نیازت مباد   وجودِ نازکت آزردۂ گزند مباد

قبلہ و کعبہ، روزی چند از ایں پیش قدسی صحیفہ بہ توسطِ حکیم صادق علی خاں
بہ من رسیدہ است، ہنوز پاسخ نگزاردہ بودم کہ امروز چہارم ستمبر، ندانم چندم
ربیع الاول است نامۂ از نورِ چشمِ [illegible]، مولوی سراج الدین احمد رسید، بہ
انکشافِ حالِ ناسازیِ مزاجِ مبارک اندوہ ناکم ساخت۔ چوں ہم در آں دل کش
رقیمہ طراز رقم داشتہ [illegible] صورت [illegible] حضرت حکیم احمد علی پارہ
افاقتی و امید فراخی دست ہم دادہ است۔ واللہ کہ ہم بہ قدر آں رفاقت مرا ہم از
ہجومِ الم فرصتی بودہ است [illegible] از نظر قطع نخواہم کرد و زود نویدِ صحت
خواہید فرستاد [illegible] نامہ [illegible]
در نامۂ [illegible] خاں [illegible] انقطاعِ علاقۂ ہوگلی و
عزمِ انقطاعِ علاقۂ [illegible] از کلکتہ و اقامت در دار الخلافت دہلی مرقوم بود،
ہر چند [illegible] است، اما ملول بودن از کلکتہ

درفش کے انطباع کا قطعۂ تاریخ بھی لکھا ہے ۔ یوں کیا سیّاح نے اظہار سنِ عیسوی؛ تشدید
لام سے ان کی علمی صلاحیت کا پتا چل سکتا ہے ۔ لطائف کا قلمی نسخہ جو میرے پاس ہے جناب
سید وزیر الحسن عابدی کا عطیہ اور مطبوعہ نسخوں کی نقل ہے ۔

(۴) تیغِ تیز کا سالِ تصنیف ۱۲۸۰ھ ہے اور یہ مؤید کا جواب ہے ۔ مگر احمد کے محض چند
اعتراضات سے بحث کی ہے [illegible] بھی تشفی بخش نہیں ۔ مزید یہ کہ کتاب میں متعدد مقامات پہ
صریحاً خلافِ واقعہ باتیں کہی ہیں (تفاصیل [illegible]) ۔ مؤید کا سالِ طبع ۱۲۸۲ھ ہے اور
تیغ ۱۲۸۳ھ میں چھپی ہے ۔ غالب نے احمد کو "ابوجہل" جو کہا ہے یہ صحیح نہیں ۔ ظاہراً یہ کتاب
اشاعت کے بہت بعد غالب کی نظر سے گزری اور اسی بنا پر اسے تیغ سے مؤخر سمجھے ۔ غالب نے
کسی دوست سے اس کے بارے میں کچھ سن کر (اردو ص ۳۲) اس کے مطالعے سے پہلے اپنا وہ
مشہور قطعہ لکھا تھا جس کی ردیف "کردہ است" ہے (تفاصیل غالب ص ۱۲۴) مگر غالب کا یہ قول
کہ احمد قتیل کے بڑے معتقد ہیں مؤید سے ثابت نہیں ۔ غالب کا ارادہ تھا کہ مؤید کا جواب ذکا سے
لکھوائیں مگر کسی وجہ سے اس کی کوئی صورت نہ نکلی (اردو ص ۳۴) مؤید کے لہجے کے متعلق غالب
کی شکایات بجا ہیں ۔ برہان کو نالائق کچھ ہی کیوں نہ کہا ہو غالب کے ہم عصروں کو اس کا حق نہیں
پہنچتا کہ وہ ترکی بہ ترکی جواب دیں ۔ مؤید بہترین کتاب ہے جو قاطع کے جواب میں لکھی گئی تھی ،
اگر اس کا لہجہ معتدل ہوتا اور جا بجا طعن بے جا سے کام نہ لیا جاتا تو اور بہتر ہوتی ۔ احمد نے تیغ کے
جواب میں شمشیرِ تیز تر تحریر کی مگر اس کا چھاپہ غالب کی وفات کے بعد تمام ہوا ۔ اس کا لہجہ مؤید
سے بہتر ہے ۔ اپنی کتاب ہفت آسمان میں انھوں نے غالب کے متعلق یہ رائے دی ہے :-
"قوتِ طبع و قدرتِ سخن [illegible] نظماً و نثراً [illegible] مسلم است بل کہ بیشتر نغز او دلربا تر" احمد نے
اور کتابیں بھی تصنیف کی ہیں اور متعدد کتابوں کی تصحیح کی ہے ۔ نساخ نے ان کا ترجمہ یوں سپردِ
قلم کیا ہے : "احمد تخلص آغا احمد علی مرحوم مدرس فارسی بہرہ مدرسہ عالیہ کلکتہ خلف آغا
شجاعت علی باشند ؛ [illegible] ابن آغا عبدالعلی خوش نویس کہ از دست عزیزان خود در ڈھاکہ
مقتول شدہ بود ۔ شاگرد ۔ ۔ ۔ ضیغم ۔ زبان فارسی را نیکو مے دانست ۔ در علم عروض و قوافی

۱؎ سورۂ کہف میں "رابعهم کلبهم" [illegible] آیا ہے ؛ [illegible] "رابعاً" کی جگہ "رابعهم"
غالباً اسی کو ذہن میں رکھ کر کہا گیا ہے ۔

دست گاہے معقول داشت - احیاناً شعر می گفت - چند شعر فارسی و اردو از کلام نیز گزرانیدہ بود در عین شباب در ... سنۂ یک ہزار و دو صد و نود ہجری در کلکتہ وفات یافت۔" (تذکرہ) ناسخ نے نواسن حق آغا احمد سے تاریخ نکالی ہے - (تذکرہ) - ۱۲۹۰ھ میں جب عین شباب تھا تو ۱۲۷۴ھ میں قتیل کی حمایت میں غالب کے خلاف ہنگامہ آرائی کرنا جیسا کہ غالب (ص۱۲۲) میں مذکور ہے، قطعاً ناممکن ہے - یہ بھی واضح رہے کہ خود ناسخ کا سال ولادت ۱۲۴۹ھ ہے (شمع) -

مرزا رحیم بیگ رحیم کے متعلق خود صہبائی نے لکھا ہے کہ صہبائی سے تحصیل کتب یا اصلاح شعر کا اتفاق نہیں ہوا، لیکن اپنے بعض رسائل پر اصلاح لی اور اس کے علاوہ صحبت سے بہت سے فوائد علمی حاصل کیے - (گلستان) - رحیم کا قول ہے کہ "رحیق تحقیق لغات و کنایات از خم خانۂ فیض صہبائی خوردہ" رساطع، ساطع برہان کا سال طبع ۱۲۸۲ھ ہے - رحیم نے سعادت کی طرح محض چند اعتراضات سے بحث نہیں کی، کُل یا تقریباً کُل اعتراضات کے جواب دیئے ہیں اس کا لہجہ عموماً طنزیہ ہے، کبھی غالب کو تمسیار رساسان ششم کہتا ہے، کبھی یہ کہتا ہے کہ ایسے اعتراض میرا ساکو رسوا کرے تو کرے غالب کے لئے زیبا نہیں، مگر کہیں کہیں کھلم کھلا یہ بھی کہتا ہے کہ غالب سے مقابلہ تضیع وقت ہے - اس شخص نے بصارت سے محرومی کے باوجود کس طرح قاطع کا جواب لکھا حیرت انگیز ہے - غالب کا یہ بیان کہ سیاح نے رحیم کے بیشتر جوابات کو لطائف میں رد کر دیا ہے (اردو ص۲۳۲) بالکل خلاف واقعہ ہے - غالب نے نامۂ غالب میں محض چند امور سے بحث کی ہے، اس سے ساطع کا درجہ صحیح متعین نہیں کیا جا سکتا - رحیم فارسی اُردو دونوں کا شاعر ہے اور اس کا کلام تذکروں میں ملتا ہے - تذکروں میں اُن کی موت کا ذکر نہیں -

امین الدین امین دہلوی مصنف قاطع القاطع علوی کے شاگرد تھے - گلستان میں ہے کہ "علوم متعارفہ کو نہایت تدقیق کے ساتھ ... تحصیل کیا، اور پایۂ تحقیق کو عرش افتخار تک پہنچایا ... اشعار فارسی نہایت متانت سے کہتے ہیں - علم مجسم ... اُن کے لب کو کبھی تبسم سے خالی نہیں پایا" حق کا ذکر محرق میں ہے - سعادت اور امین کے ذاتی تعلقات پر مکتوب تیغ میں (ص۱۲) غالب نے یہ خیال ظاہر کیا ہے کہ مؤید کے مصارف طبع سعادت نے ادا کئے ہوں یہ خلاف قیاس ہے لیکن، یہ بخوبی ممکن ہے کہ حق سعادت نے اپنے خرچ سے چھپوائی ہو اس کا

لہجہ بہت خراب ہے۔ سخت سست تو کہا ہی ہے۔ فحش گالیاں بھی دی ہیں، میرا گمان ہے کہ امین نے صرف برہان نہیں، سعادت کا بھی انتقام لیا ہے۔ غالب کو بدزبانی کا جس اچھا نہیں ملا بعض سید عباس مرحوم نے انھیں ٹھیک لکھا تھا کہ ظرافت نہ کرنی تھی۔ تیغ کے انطباع کے بعد غالب نے امین پر ازالۂ حیثیت عرفی کا مقدمہ چلایا، جس کی روداد رسالۂ اردو میں شایع ہو چکی ہے۔ امین کے جرم میں کچھ شبہ نہ تھا، لیکن کئی مولویوں نے غالب کے خلاف جھوٹی گواہی دی، اور غالب کے وکیل نے بھی کسی صلاحیت کا ثبوت نہ دیا، کامیابی کی امید نہ رہی تو آخرکار انھوں نے راضی نامہ داخل کر دیا" (یادگار ص۵۴)۔ امین نے سب و شتم ہی پر قناعت نہیں کی، اپنے دعووں کی فرضی سندیں بھی بے تکلف پیش کی ہیں۔ جس وقت اُن کا ترجمہ تذکرۂ نساخ میں لکھا گیا ہے "ظاہراً زندہ تھے۔ "اے بسا آرزو کہ خاک شدہ"، شاید سعدی کے یہاں ملتا ہے، لیکن لباب الالباب عوفی جلد ۱ ص۲۸۷ پر یہ قطعہ موجود ہے۔ نام کی جگہ پر نقطے ہیں:-

دگر بما نیم باز بروز نیم | داننے کز فراق چاک شدست
ور نمانیم عذر باپسندیم | اے بسا آرزو کہ خاک شدست

(۳) استفتا تیغ کے آخر میں ہے اور اس کا عنوان اللہ اکبر ہے۔ تقریباً کل سوالوں کے بعد اور ہر جواب کے بعد محمد المدعو بہ مصطفیٰ مرقوم ہے۔ یہ نواب مصطفیٰ خاں شیفتہ شاگرد غالب ہیں۔ اُن کے مویدین میں سے بھی دو ضیاء الدین احمد خاں، نیّر اور حالی غالب سے یہی نسبت رکھتے ہیں۔ سعادت علی خاں مشہور آدمی نہیں، رسالۂ عبدالکریم کے آخر میں جو استفتا ہے اُس کا جواب دینے والوں میں یہ بھی ہیں۔ تعجب ہے کہ غالب کو نہ یہ سوجھا کہ جب میں کل ہندوستانی فارسی دانوں کو خواہ وہ شاعر ہوں یا فرہنگ نگار نا معتبر قرار دے چکا ہوں تو ہندوستانیوں سے فتویٰ لینے کے کیا معنی؟ اور نہ یہ بات اُن کے ذہن میں آئی کہ جو اصحاب خود میری فارسی دانی کے قائل نہیں وہ میرے معتقدین و تلامذہ کو کیا خاطر میں لا سکتے ہیں۔ تمہید کی عبارت عیوب سے مملو ہے۔ سوالوں کا جواب فارسی دانوں اور شاعروں سے طلب کرنا تھا۔ صاحبان قوتِ ناطقہ و قوتِ عاقلہ سے استفتا بے محل ہے۔ غالب نے "احد اللغتین میں سے جو لغت صحیح ہو" لکھا ہے۔ "احد" کی جگہ "احدیٰ" چاہیے۔ "احدی اللغتین" کے بعد "میں سے" نہیں آسکتا اس لیے کہ صرف ایک لغت رہ گیا ہے۔ اگر "احدی اللغتین" کی جگہ "لغتین" بھی ہو تو بے محل ہوگا اسلئے

کہ بعض سوالات کا فن لغت سے کوئی سروکار نہیں۔ مثلاً سوال ۷، اور بعض میں ایک ہی لغت سے پاکنانے کے متعلق استفسار دو میں سے ایک کو صحیح قرار دینے کا سوال نہیں (مثلاً سوال ۶ و ۱۶)۔ "غلط ساز" سہو کاتب ہے "عہد ساز" چاہیئے۔ سوالات ان امور سے متعلق بھی ہیں جو احمد اور غالب کے درمیان نابہ النزاع نہیں۔ تیغ مو تیز کا جواب ہے اس سے غلط فہمی پیدا ہونے کا اندیشہ ہے۔

سوال ۱: اس سوال میں بڑا فریب پنہاں ہے۔ فردوسی اور خاقانی شاعر ہیں۔ مگر انھوں نے آزاد اسدی کی طرح نثر میں اور شمس فخری کی طرح نظم میں فرہنگ نہیں لکھی، یہ دوسری بات ہے کہ ضرورت سمجھ کر فردوسی نے بعض نامے میں الفاظ کے معانی بتا دیئے ہیں (مثلاً بیوز)۔ شاعر کو الفاظ کے استعمال کا خاص سلیقہ ہوتا ہے لیکن یہ ضروری نہیں کہ اس کی زبان دانی اُس قسم کی ہو جیسی فرہنگ نگاروں کی ہوتی ہے۔

قطران[1] جو قول مشعرا میں ہے اُس کی فارسی دانی کی نسبت ناصر خسرو کی یہ رائے ہے "زبان فارسی نیکو نمی دانست... دیوان منجیک و دقیقی... پیش من بخواند و ہر معنی کہ او را کہ مشکل بود از من بپرسید" (سفرنامہ)۔ خسرو بلند پایہ شاعر ہیں لیکن اصطلاح کا اشتقاق جو انھوں نے بتایا ہے کون تسلیم کر سکتا ہے؟ شعرا کے کلام کا مطالعہ فرہنگوں سے بے نیاز نہیں کر سکتا۔ بلکہ قدیم شعرا کے کلام کا مفہوم فرہنگوں کی طرف رجوع کئے بغیر اچھی طرح سمجھ میں نہیں آ سکتا۔ قیاس سے ہر جگہ کام نہیں لیا جا سکتا۔ فرہنگ نگار کے مستند ہونے کا دار و مدار اُس کے وطن پر نہیں اُس کی تحقیقات پر ہے۔ بخوبی ممکن ہے کہ کسی خاص مسئلے کی تحقیق ہندوستانی ایرانیوں سے بہتر کریں، ایرانی خود ہندوستانی فرہنگ نگاروں کی سند میں بے تکلف پیش کرتے ہیں۔ لغات کے معانی در کنار اشعار سے لغات کی حرکات و سکنات کا بھی مکمل علم بہت کم ہوتا ہے۔ [illegible] لفظوں کو جانے دیجئے، دو حرفی [illegible] مرد اور [illegible] باب [illegible] اگر [illegible] قافیہ [illegible] نظم نہیں ہوتے تو زیادہ سے زیادہ جو علم ہو سکتا ہے وہ یہ ہے کہ [illegible] ساکن ہے اور [illegible] متحرک [illegible] کی حرکت کیا ہو [illegible] مطلقاً نہیں چل سکتا۔ [illegible] قافیہ [illegible] اور حرف [illegible] سے مل کر [illegible] ہو جائے تو

---

[1] قطران کی فارسی جس میں منجیک اور دقیقی کا کلام ہے زیادہ [illegible]۔

غالب نے قاطع میں دعویٰ کیا تھا کہ جو لوگ سعدی کے شعر کی سند پر گرفت کی را کو مکسور کہتے ہیں، غلطی پر ہیں۔ فردوسی شاہ نامہ میں سو جگہ "رفت" کو خفت و گفت کا قافیہ اور ہزار جگہ شگفت کا قافیہ لایا ہے۔ لیکن وہ ایک جگہ اسے رفت کا قافیہ لایا ہے اور خاقانی نے کہا ہے:-

"خورشید تو رہ پیادہ رفتہ ہمتا شیئہ تو برگرفتہ"

صحیح یہی ہے، اور جگہ "تغایر حرکت ماقبل ردی" ہے۔ اگر کوئی شخص فتحہ را کی سند میں جو شعر میں لئے دیتے ہیں، انھیں بھی اس قبیل سے تصور کرے، تو اُسے تحقیق سے بہرہ نہیں، اور میں اس سے گفتگو نہیں کرتا۔ سعدی کا شعر جس کا ذکر آیا ہے یہ ہے:-
"تبسم کناں دست بر لب گرفت کہ سعدی مدارا چہ دیدی شگفت" (قاطع ص۱۲۸)۔ یہ تو ظاہر ہے کہ غالب اس سے اختلاف نہیں کرتے کہ شگفت کا کاف مکسور ہے، ورنہ وہ یہ ضرور کہتے کہ سعدی کی سند دینی غلط ہے۔ اس سے گرفت کی را کا فتحہ ثابت ہوتا ہے۔ اس سے اختلاف ہے، تو یہ سمجھ میں نہیں آیا کہ فردوسی نے ہزار[1] بار جس طرح استعمال کیا ہو اُسے ان شکلوں پر جو اس کے مقابلے میں بہت کم اُس کی زبان پر آئی ہوں ترجیح نہ دی جائے۔ اور اگر فردوسی ہزار بار ایک طرح اور سو بار ایک طرح 'تغایر حرکت ماقبل ردی' کا ارتکاب کر چکا ہے، تو یہ کیوں ناممکن سمجھا جائے کہ رفت اور گرفت کے قافیے میں عیب ہے۔
'تغایر حرکت ماقبل ردی' کے الفاظ کے استعمال سے یہ ظاہر ہے کہ غالب ف کو ردی قرار دیتے ہیں۔ حال آں کہ ردی ت ہے۔ یہ کہنے کی حاجت نہیں کہ ردی قافیے کے آخری حرف اصلی یا اس کے قائم مقام کو کہتے ہیں۔ خاقانی کا شعر را کی کسی خاص حرکت کے ثبوت میں وہی شخص پیش کر سکتا ہے جو فنِ قافیہ سے بالکل ناواقف ہو۔ 'گرفتہ' میں ت قافیہ ہے جو حرف وصل ہے، اسے مختفی سے ملا کر متحرک ہو گئی ہے۔ اس صورت میں را کی حرکت قافیے میں شامل نہیں۔ وہ مفتوح، مضموم، مکسور، سب ہو سکتی ہے۔ ان باتوں کو احمد نے موید میں (ص[illegible]) اچھی طرح سمجھا دیا تھا اور انھوں نے وہی بات کہی ہے جس پر[2] جمہور کا اتفاق ہے۔ لیکن غالب [illegible] میں پھر بھی بے سرا لگ گئے ہیں۔" مولوی [illegible]

---

[1] اس کی حقیقت محقق میں ملاحظہ ہو۔ [2] شمس قیس صاحب المعجم، موسیٰ جامی، عبداللہ سب یہی مسلک رکھتے ہیں۔

لکھتا ہے گرفتن بکسر تین ہے میں پوچھتا ہوں کہ کیا رفتن بھی بکسرۂ اوّل ہے؟ (اس کے بعد فردوسی اور خاقانی کے وہی شعر دیئے ہیں جو قاطع میں ہیں) ... اور جواز اختلاف حرکت ماقبل روی سے تو سارے دیوان بھرے ہوئے ہیں۔ خصوصاً قصیدہ ولیس فی بابین میں فخر گرگانی نے قید حرکات ثلثہ اٹھا دی ہے۔ گشتہ، کشتہ قافیہ" صفحہ ۱۹۔ گشتہ و کشتہ کے قوافی کو غالب کے سوا کسی نے غلط نہیں کہا۔ (اس سلسلے میں تیغ صفحہ ۱۲ اور اردو و ہندی صفحہ ۳۲ بھی ملاحظہ ہو۔ غالب کا یہ کہنا بھی درست نہیں کہ گرفت کی را مفتوح ہے۔ سروری کاشانی لکھتا ہے:۔ شگفت بکسر کاف تازی عجب باشد۔ بستان: یکے خردہ بر شاہ غزنیں گرفت کہ حسنے ندارد ایاز اے شگفت[۱] ف ۱۷۵۔ سروری کے نزدیک گرفت کی رے مکسور نہ ہوتی تو وہ اس شعر کو شگفت کے مکسور الکاف ہونے کی سند میں نہ لاتا۔ آخر میں اس نے یہ اضافہ کیا ہے کہ "بفتح و ضم کاف نیز آمدہ" لیکن ظاہر ہے یہ مروجہ زبان سے متعلق نہیں۔ اس کی بنا وہ اشعار ہیں جس میں شگفت ایسے الفاظ کا قافیہ آیا ہے جن میں ف سے پہلے کا حرف مفتوح یا مضموم ہے۔ جہانگیری میں صرف مکسور الکاف ہے اور نظامی کا شعر سند میں دیا ہے جس میں شگفت کا قافیہ گرفت نظم ہوا ہے۔ فرہنگ نو بہار (جلد ۲) میں جس کا جامع محمد علی تبریزی خیابانی ہیں۔ شگفتن = تعجب بکسر اوّل و ثانی مندرج ہے اور گرفتہ کا وزن فرشتہ بتایا ہے۔ شعرائے ایران کے کلام میں گرفت بکثرت شگفت کا قافیہ آیا ہے۔ میں دو مثالوں پر اکتفا کروں گا۔

آخرالامر قاعدے بگرفت نامۂ نظم داد دنیک شگفت ۔ انوری صفحہ ۶۷۵

بتو دست دبے خیال انگشت شگفت نگر تا جہاں را چگونہ گرفت ۔ صاحب بانو نامہ کیلانی جلد ۲ صفحہ ۲۱۴۔ اس کتاب میں اس شاعر کے دو اور شعر ہیں جن میں یہ قافیے آئے ہیں)۔

سوال ۲۔ پیدائش و زیبائش کے متعلق غالب صرف یہ کہنا کافی سمجھتے ہیں

---

[۱] انجمن آرائے ناصری میں شگفت کو مکسور الکاف لکھا ہے اور آخر میں وہی عبارت ہے جو سروری نے فتحہ و ضمہ کاف کے بارے میں تحریر کی ہے۔ فتحۂ کاف کی مثال میں سنائی اور ضمۂ کاف کی مثال میں سعدی کا شعر پیش کیا ہے۔ موخرالذکر میں نہم و نہفتم کا قافیہ ہے۔ اس سے ضمۂ کاف کا ثبوت نہیں مل سکتا۔ فن قافیہ سے انجمن آرا کا مصنف کتنا ناواقف معلوم ہوتا ہے۔

کہ ان کا صحیح ہونا ' لفظ ' کا محتاج سند نہیں لیکن چوں کہ قاعدہ اُن کا مخالف ہے '
ایرانیوں کی لکھی ہوئی فرہنگوں یا ان کے ادب سے اُن کے استعمال کی سند پیش
کرنی تھی - پیدائش مصحفی کے دیوان (مطبوعہ و مخطوطہ م) میں ایک جگہ ملتا ہے مگر بطور
قافیہ نہیں ' جناب ڈاکٹر عندلیب شادانی نے مجھے اطلاع دی ہے کہ ابوالفضل کے یہاں
کئی جگہ آیا ہے - آج کل ایرانی بکثرت استعمال کرتے ہیں - مصحفی کے معاصرین [illegible] کے
ا[illegible] کے یہاں بھی مجھے یہ لفظ نہیں ملا - زیبائش اردو میں مستعمل ہے مگر ایرانیوں
کی زبان پر نہیں -

سوال ۳ - احمد نے صائب ' زلالی ' والہ ہروی ' مسیح کاشی وغیرہ کے کلام
سے ثابت کیا ہے کہ ایرانی راندہ ماندہ کی قسم کے لفظوں کو تندہ وکندہ کی قسم کے لفظوں کا
قافیہ لاتے ہیں - مسیح کا شعر جو بہار عجم جلد اول (ص ۱۳۱) میں بھی ہے یہ ہے: " آتش
بزبان شعلہ برمن زدہ بانگ کفر بہر جنبیدن خاکستر گنگ " غالب اور اُن کے
مددگار اپنے دعوے کو ثابت نہ کر سکے -

سوال ۴ - تمہید میں غالب نے اس سوال کا جواب بھی بتا دیا ہے جو انھیں
نہیں بتانا چاہیے تھا - "چشم عیب ساز" احمد کے نہیں برہان کے الفاظ ہیں و تفاصیل [illegible]
"عیب ساز" میں کوئی خاص قباحت نظر نہیں آتی - "یہ عجیب ہیں" کے معنی میں نہیں "عیب
آفریں" کا مرادف ہے -

سوال ۵ - جواب غلط ہے - اعتراض کا سرقہ ہو سکتا ہے - اگر
غالب نے دوسروں کا اعتراض دیکھا تھا اور وہ از خود اُن کے ذہن میں نہیں آ سکتا تھا اور انھوں
نے اصلی معترض کا ذکر بالارادہ نہیں کیا تو سرقے میں کیا شبہ ہے - ساماں کا بیان آب چیں
سے متعلق ممکن ہے غالب کی نظر سے نہ گزرا ہو لیکن محشی برہان کے اعتراض جو انھوں
نے اپنی جانب سے پیش کیے ہیں ' اس کا کیا جواب ہو سکتا ہے ؟ برہان میں [illegible] حاشیے
ہیں اور ان میں سے بیشتر غیر عربی الفاظ سے متعلق ہیں ' لیکن غالب قاطع [illegible] محشی
کے ایک اعتراض کو غلط قرار دیتے ہوئے لکھتے ہیں: "مہتمان کارگاہ انطباع جا بجا حاشیہا
نگاشتہ اند ' اما ہمہ در اغلاط لغات عربی" کسی مخالف نے یہ لکھا کہ حواشی لغات فارسی سے
متعلق بھی ہیں اور غالب کے کچھ اعتراضات حواشی میں بھی ہیں تو درفش [illegible] نے اکثر

بنا دیا۔ اُن کا قول اس ترمیم کے بعد بھی غلط رہا۔ قاطع کے متعدد اعتراضات حواشی برہان سے ماخوذ تھے۔ اور اس کا اعتراف غالب نے نہیں کیا تھا، بلکہ یہ لکھ کر کہ حواشی کا تعلق صرف لغات عربی سے ہے کنایۃً اس سے انکار بھی کیا تھا کہ لغاتِ فارسی پر اُن کے جو اعتراض ہیں، وہ حواشی سے لئے گئے ہیں۔ درفش میں غالب نے دوسری روش اختیار کی ہے، جا بجا فخریہ اس کا ذکر کرتے کہ سات فضلائے کلکتہ جو برہان کے محشی ہیں میرے ہم نوا ہیں۔ غالب کو اس کی بھی خبر نہیں کہ یہ حواشی کے روبکار سے لکھے ہوئے ہیں، اور مصححین مطبع طبی جن میں حکیم عبد المجید کے سوا کسی کے عالم ہونے کا ثبوت موجود نہیں، ان سے کچھ سروکار نہیں رکھتے۔ (تفاصیل محقق)۔

سوال ۶ — یہ اعتراض پہلی بار درفش میں کیا گیا ہے، احمد اور غالب میں ما بہ النزاع نہیں۔ برہان نے دوسری فرہنگوں سے لیا ہے اور ششش ضرب نتیجہ خوب یا ششش نتیجہ خوب فرہنگوں میں ظاہر الانوری کے ان دو شعروں کی وجہ سے شامل کیا گیا ہے:

زبہر حشن تو دائم بہ ششش نتیجہ خوب — ز فر بحث تو آبستن است ششش ممکن
صدف بگوہر و ناقہ بمشک دینے بشکر — شجر بمیوہ و خارا بزر و حشار بمن

کلیات ص۳۱۱ — فرہنگ نگاروں کے مسلک کی توضیح محقق میں ملے گی۔

سوال ۷ — "چشم مخالفاں بیا زن بہ تیر" — مؤیّد میں نوادر المصادر کے حوالے سے فرخی کی طرف منسوب کیا گیا ہے، اور اس میں مصرع ثانی اس طرح ہے:

"ہمچو کشف دلے بزر آزدے"

غالب نے اعتراض سے پہلے نوادر کو جو ایک مطبوعہ کتاب تھی دیکھ لینا ضروری تصور نہ کیا۔ غالب اگر عروض فارسی کے ارتقا سے واقف ہوتے، اور انھوں نے شعرائے ایران کے کلام کا ایک عروضی کے نقطۂ نظر سے مطالعہ کیا ہوتا تو اس مصرع کو ناموزوں نہ کہتے۔ یہ مصرع جیسا کہ احمد نے شمشیر میں لکھا ہے بحر سریع مطوی ہے اور اس کا وزن مفتعلن مفاعلن فاعلان ہے۔ انھوں نے اس بحر کے بارے میں طوسی کا یہ قول بھی نقل کیا ہے:—

"اما پارسی زبانان مطوی بکار دارند و بر سالم و مجنون شعر نیامده است الا آنچه عروضیان

ف انتخاب کلیات (لاہور) میں یہ بیت نہیں ہے اور جناب عرشی سے معلوم ہوا کہ کلیات طبع طہران میں بھی نہیں۔

ما بہ النزاع نہیں (تفاصیل راست)

سوال ۹ - بے شک غالب کا اعتراض صحیح ہے، احمد نے اس کے متعلق خاموشی اختیار کی ہے مگر غالب خود فحش گوئی سے محترز نہیں۔

سوال ۱۰ و ۱۱ - یہ اعتراض پہلی بار درفش میں ہوئے اور فریقین میں ما بہ النزاع نہیں۔ دونوں اعتراض صحیح ہیں لیکن سوال ۱۱ میں جو اعتراض ہے وہ حاشیہ برہان میں بھی ہے۔

سوال ۱۲ - ہندوستانی الفاظ بے شک گلہری ہے - احمد بھی یہی کہتے ہیں لیکن اس کے ساتھ ان کا یہ قول ہے کہ "غلط کردن فارسیاں در حرف لفظ ہندی از ناآشنائی زبان است (ص ۲۳)" — فارسی میں کاف عربی و فارسی بہ کثرت ایک ہی مرکز سے لکھے جاتے تھے - برہان یہ سمجھا کہ کاف عربی سے ہے - یہ غلطی ایسی نہ تھی کہ اس کے متعلق سوال کیا جاتا۔

سوال ۱۳ - چکری کے بارے میں برہان لکھتا ہے "بوزن منتری نوے از زیراس ..... و بہ ہندوستان دختر را گویند" غالب نے اعتراض کیا تھا کہ "..... در لہجۂ مغلیت ..... چکری سے گویند ..... نہ چکری" احمد نے جواب دیا ہے کہ ..... "و نیز در بعض الفاظ ساقط شود، مثل ہوگھڑ - عالی - سنگر بہ دراں ہنر آوردہ ..... نازنین شوہر خطر لیفے سکر ستے خواہد (ص ۲۳)" غالب نے تیغ میں دعویٰ کیا ہے کہ "جو علماء شعرا ایران سے آئے لہجہ ان کا ہندی نہیں ہوا املا اہل ہندکی املا کے موافق رہی (ص ۲۴)" یہ زبردستی ہے - بہت سے لفظوں کا املا بھی بدلا ہے اردو کے ادبی استعمال سے قبل صحیح املا معلوم بھی یہ مشکل ہو سکتا تھا۔ برہمن ہی کو لیجیے، ہندوستان کی کس زبان میں املاً اس طرح تھا؟

سوال ۱۴ - "پاؤ" کے بارے میں احمد نے خالق باری کا یہ مصرع

"بد دست ہات و قدم پاؤ کہیے"

(تانیہ جاوہ) پیش کیا تھا (ص ۱۳۵)، غالب تیغ میں اسے تسلیم کیے بغیر کہ یہ امیر خسرو کا ہے، یہ لکھتے ہیں لدھیلے پاؤ ... ہو ... گے۔ شاہجہاں کے عہد ... یہ زبان نہ تھی (تیغ ص ۲۱) اس عہد کی ہندوستانی زبان کے متعلق غالب کی معلومات کچھ نہ تھی تحقیق کیے بغیر ایک بات لکھ دی۔ پھر یہ کہ ہندوستانی لفظ میں اگر برہان نے غلطی کی اور وہ بھی بہ تتبع جہانگیری تو اس سے اس کی فارسی دانی پر حرف نہیں آسکتا۔ اس سے یہ نہ سمجھا جائے کہ میں برہان کو بڑا فارسی داں تصور

میں ہے (ص۹۱) - مصرع یہ ہے "عیب جوانی پسند یرفتہ اند" - صفیر بلگرامی نے غالب سے اپنی ملاقات کا مفصل حال جلوۂ خضر جلد ۲ میں لکھا ہے، میں نے اسے غالباً ۱۹۲۷ء میں رسالہ اردو میں چھپوا دیا تھا - ان کے نام کے اردو خط بھی ہیں، مگر وہ جلوۂ خضر جلد ۱ میں ہیں اور وہ اس وقت نہ مل سکی -

(۵) دو فارسی قصیدوں کے عطیہ خود غالب کے قلم سے علی الترتیب کس کم کے ورق ۱۷ اور ۲/۱ پر لکھے ہوئے ہیں - ان کے عکس جناب خان صاحب قاسم حسن نظم کی عنایت سے حاصل ہوئے ہیں، میں ان کا ممنون ہوں -

---

حواشی نظم اردو :-

(۶) پنج آہنگ کی اشاعت اول کے نسخے نہایت کمیاب ہیں - اس کا منظوم اشتہار اسعد الاخبار آگرہ (۱۲ مارچ ۱۸۴۹ء) میں چھپا تھا - اس سے پہلے اور اس کے بعد علی الترتیب یہ عبارتیں ہیں : "نقل اشتہار منظوم طبع پنج آہنگ مصنفہ حضرت مرزا اسد اللہ خاں صاحب بہادر غالب جو اپریل میں قیمت بھیجے تین روپے اور جو بعد اس کے بھیجے گا چار روپے دینے پڑیں گے" "مخفی نہ رہے کہ یہ اشتہار بسبیل ڈاک بیرنگ ایک مخدوم والاشان نے واسطے درج کرنے اخبار کے میرے پاس بھیجا" غلام نجف خاں جن کے نام سے یہ اشتہار ہے غالب کے شاگرد تھے - (خطوط ص۲۱۲ و ص۲۲۲)، لیکن یہ "تلمذ ظاہرا فارسی نثر تک محدود تھا - شاعر کی حیثیت سے ان کا ذکر کہیں نظر نہیں آیا - اشتہار غالب کی طرز میں ہے، اور قریب بہ یقین ہے کہ انھیں کا لکھا ہوا ہے - غالب کے لئے خود ستائی کوئی نئی بات نہیں - اور اشتہار کی تو ذمہ داری بھی ان کے سر نہیں - یہ اس بسیط ستائش میں بھی شامل تھا جو میں نے اسعد الاخبار پر معاصرین کا تھا - غلام نجف کے حالات آثار الصنادید اور واقعات دار الحکومت دہلی مصنفہ بشیر احمد مرحوم میں مل گئے - ان کے والد کا نام محمد مسیح الدین اور اصلی وطن بدایوں تھا، مگر بہت کم سنی ہی میں دہلی

المطابع غلط بتایا ہو' درفش ۱۲۸۲ھ میں چھپی ہے' اس کا سنہ بھی حالی نے صحیح نہیں لکھا (یادگار، صفحہ ۴۹)۔ یہ بات عام طور پر معلوم نہیں کہ قاطع کی کتابت شیخ امیر اللہ تسلیم نے کی تھی۔ ان کا تخلص درج نہیں، لیکن خط انھیں کا ہے اور وہ فارسی مثنوی جو غالب اور قاطع کی طرح میں انھوں نے لکھی ہے اور قاطع میں موجود ہے' تسلیم کے طرز میں ہے۔ مزید یہ کہ تسلیم کا اس زمانے میں نول کشور کے یہاں کتابت کرنا ثابت ہے۔ تسلیم کے استاد نسیم کی ایک مثنوی بھی قاطع میں ہے۔ انھوں نے عجائب دلربا ارشاد غالب' سے عیسوی سال طبع نکالا ہے۔

(۱۱) سفرنگ دساتیر: محمد نجف علی خاں کی تصنیف اور ۱۲۸۰ھ کی مطبوعہ ہے۔ اس میں مصنف نے یہ التزام تو نہیں کیا کہ عربی الفاظ نہ آنے پائیں، لیکن دساتیری الفاظ کے برتنے سے احتراز نہیں کیا۔ غالب کی تقریظ سے پہلے یہ عبارت ہے: تقریظ کہ والا فرگاہ خردی راز آگاہ ستودہ گفتار سخن پرور سرمایۂ نازش کمال مہر جناب مرزا اسد اللہ خاں المتخلص بہ غالب المشہور بہ میرزا نوشہ ادام اللہ تعالیٰ مجدہم بریں نامہ نگاشتہ" ان کا ترجمہ تذکرہ میں یوں درج ہے:

خستہ دہلوی تخلص مولوی محمد نجف علی خاں ابن قاضی محمد عظیم الدین خاں مرحوم قاضی قصبۂ جھجر استاد نواب ناظم بہادر مرشد آباد و مہاراجۂ الور است مدتے بہ رفاقت نواب محمد وزیر خاں بہادر و نواب محمد علی خاں بہادر والیان ٹونک بودہ۔ ادیب بے نظیر و محقق بے مثل زبان عربی و دری ست۔ حال علم و فضل و ذہن و ذکایش از تالیفات کثیرہ او مثل تفسیر غریب بہ عبارت فارسی و شرح غیر منقوط بر مقامات حریری بزبان دری و شرح تحفۃ العراقین ...... بہ زبان دری و شرح دساتیر مسمیٰ بہ سفرنگ دساتیر بہ زبان فارسی و تاریخ غدر ہندوستان بہ زبان دری مسمیٰ بہ دیدہ نواد و وزیر نامۂ منظوم بہ زبان دری بنام محمد وزیر خاں والی ٹونک و نظم ترجمۂ منبہات ؟ ابن حجر عسقلانی و حاشیۂ مطول بہ زبان عربی و حاشیۂ ہدایۂ فقہ و توضیح المعانی و ایضاح البیان و بدیع البدیع و لب الالباب و خلاصۃ الافکار' و شرح شرح چغمینی و تذکرۂ شق القمر و دری کشا و زبدۃ الغرائب و تکملۂ صولت فاروقی منظوم بزبان دری و قصۂ ہیر و رانجھا منظوم' و ترجمۂ تقویت الایمان بزبان عربی و تاریخ مرشد آباد و شرح نل دمن فیضی بزبان دری و ترجمہ انجیل وغیرہ تواں دریافت۔ تقریظ... بر رسالۂ شاہد عشرت ... نگاشتۂ قلم.... اوست۔ بارہا ملاقاتش در مرشد آباد و بنارس

جوہر کے نام کے ۳ فارسی خط پنج آہنگ میں اور اتنے ہی اردو خط خطوط میں ہیں۔ جناب سید وزیر الحسن عابدی مجھ سے کہتے تھے کہ اُن کے نام کے غیر مطبوعہ خطوط موجود ہیں۔ غالب کے کلیات فارسی میں ایک رباعی ہے جس میں جوہر اور سے کش کی تعریف کی ہے (ص۱۱۵)
جوہر کے قطعات تاریخ اُردو، قاطع، درفش اور لطائف میں موجود ہیں اور مقدم الذکر کی اشاعت کے محرک اوّلین یہی تھے۔ اُن کا کلام زیادہ نہیں ملتا۔ تذکرہ میں ہے کہ پانچ چھ برس قبل انتقال کیا۔

(۱۴) غالب نے لکھا ہے کہ "پنج گادل بہ فن تاریخ دمعما نہادہ ام" (پنج ص۹۱) لیکن تین ہی کس ام و بکس ام ہی موجود ہیں پہلے کا حل عبداللہ ہے 'بد' پر چشم یعنی 'عین' کا اضافہ ہوا تو 'عبد' بنا یہ خدا یعنی 'اللہ' تک پہنچا تو 'عبداللہ' ہوگیا۔ دوسرے کا حل 'کمال' ہے۔ 'کلام' کا کاف اپنی جگہ پر رہا، اور لام مقلوب ہوگیا 'کمال' نکل آیا۔ تیسرے کا حل 'شیخ کمال' ہے۔ 'نیم شب پنج بستہ' = شیخ 'گذرگاہ خرام' یعنی م اور سر آب یعنی الف م اور ل کے درمیان آیا 'شیخ کمال' ہوگیا۔

(۱۵) رباعی سبد چیں کی اشاعت اوّل سے ماخوذ ہے۔ جناب مالک رام کی اشاعت سے خارج ہے۔ نہ معلوم کس کی ہجو ہے۔

(۱۶) (الف) 'این نسخہ... خرچنگ' لطائف کے سرورق پر ہے یقین ہے کہ غالب کا ہو۔ لطائف میں غالب کا ایک فارسی شعر اور ہے، مگر اس قدر بیہودہ کہ میں نے اسے آثار میں شامل نہیں کیا۔

(ب) 'لاجرم... ہیرامن' اس شعر کی شان نزول یہ ہے: امیر حسن خاں بسمل (متوفی ۱۲۶۳ھ)، عاشق علی خاں کاکوروی (متوفی ۱۲۵۶ھ) کے بیٹے تھے جس زمانے میں غالب کلکتہ پہنچے ہیں، وہاں مؤخر الذکر شاہ اودھ کے سفیر تھے، اور اُن سے غالب سے تعلقات تھے (پنج ص... و ص۹۵)۔ بسمل سے بھی کلکتہ میں ملاقات ہوئی ہوگی۔ پنج میں بسمل کے نام کے دو خط ہیں، اور اُن کی مدح میں ایک رباعی کلیات میں ہے (ص۵۰۰)، ان میں سے ایک خط (ص۹۸) اور مظفر حسین خاں کے نام کے ایک خط (ص۹۸) سے معلوم ہوتا ہے کہ بسمل غالب سے ناراض ہیں اور وہ انھیں منانا چاہتے ہیں [illegible] تذکرہ [illegible] حافظ محمد علی حیدر

(طبع ۱۹۲۷ء) میں یہ درج ہے کہ بسمل نے تعلّی میں یہ شعر کہا تھا:

'ہملہ زا غند شاعران جہاں لیک یک طوطی شکر خامن'

غالب نے سُنا تو وہ شعر کہا جس کا قافیہ سیراہن ہے۔ اس کے بعد مراسلات ہوئے اس سلسلہ میں جو آخری خط غالب نے لکھا تھا اُس میں وہ برجستہ رباعی تھی جو کلیات میں ہے۔ مصنّف نے اپنے بیان کا کوئی ثبوت نہیں پیش کیا، لیکن یہ لکھا ہے کہ بسمل نے ۱۲۶۰ھ میں "پنج کے جواب میں پنج گلبن تصنیف کی تھی" عجب نہیں کہ اُن کا ماخذ بھی ہو۔ تذکرہ مشاہیر کاکوری کمیاب کتاب نہیں، مگر اس پر بھی پیراہن والے شعر اور اس کی شانِ نزول سے بہت کم لوگ واقف ہیں۔ اس شعر کے آثار میں شمول کی یہ وجہ ہوئی۔

علوم عربیہ و فارسیہ کی باقاعدہ تحصیل کی تھی، غالب سے بذریعۂ خط و کتابت تلمذ حاصل کیا
تھا۔ غالب نے انھیں طوطیٔ بنگال (کذا) کا خطاب دیا تھا۔ آغا احمد علی اور غالب
کے معرکے میں بھی شریک تھے مگر اب اس کا کوئی ریکارڈ نہیں ہے۔ اصلی نام فیض الدین
حیدر ہے جو کبھی اختصار کے بعد فیض الدین ہو جاتا ہے۔ والد کا نام علیم اللہ یعنی
فیض اللہ تھا۔ دہلی جانا ثابت نہیں، اور غالب سے کلکتے میں ملاقات کا
بھی کوئی ثبوت نہیں۔ اس بات کی کوئی سند نہیں کہ غالب نے انھیں کوئی خطاب
دیا تھا یا انھوں نے غالب کا مرثیہ لکھا تھا۔ سال وفات کی تعیین مشکل ہے۔
مگر یقینی ہے کہ انیسویں صدی کی آخری دہائی میں ان کا انتقال ہوا ہے۔ ان میں
ان کے نام صرف ایک خط ہے۔

خواجہ محمد حسن ناظر انتقی محمد حسن سے جن کے نام پنج میں متعدد خطوط ہیں اور جن کا ذکر اردو
کے ایک خط میں ہے (خطوط صفحہ ۹۰) ظاہراً مختلف ہیں۔ خواجہ محمد حسن اور ان کے بھائی
خواجہ قمر اللہ کے متعلق ان میں جو کچھ ہے اس کے علاوہ فی الحال کچھ نہ معلوم ہو سکا۔

۳۔

ان میں سراج الدین احمد، ابوالقاسم، مرزا اکبر بیگ، مرزا افضل بیگ، نواب
علی اکبر خان، اسد بیگ، آغا محمد حسین، حکیم صادق علی خان، حکیم سید احمد علی خان، محمد علی،
خواجہ مستقیم، راؤ پیشوا باؤ، نواب حسام الدین حیدر خان، محمد حسن، سید عالم علی خان، رحم علی
جانو، اور فضل کے نام آتے ہیں، مگر ان لوگوں کے نام کوئی خط نہیں۔[1]
سراج الدین احمد غالب کے خاص الخاص دوستوں میں تھے (عود صفحہ ۱۶۶)، عجب نہیں
[illegible] کے یا شاید ہوں (متفرقات صفحہ ۳۵ و صفحہ ۸)، عبدالکریم میر منشی دفتر فارسی
یا ظہیر الدین خان یا دونوں سے رشتہ داری ہوتی بھی دور از قیاس نہیں (متفرقات
صفحہ ۱۸۱، ۲۰۰، ۲۰۲، ۲۰۳ خطوط صفحہ ۳۹۳)، جس وقت غالب کلکتے گئے ہیں یہ اعیان
دفتر لونی سے تھے (خط ۲۲)، اس کے ابتدائی تیاں زندہ ہی تھے کہ یہ زینت بخش
پیش گاہ صدر عدالت ہو گئے تھے۔ (خط ۳۲) جناب جوہر کا یہ قول کہ کارد بار کے

---

[1] بعض خطوں سے یہ بھی پتا چلتا ہے کہ کلکتے میں ساکن تھا (پنج صفحہ ۶۲)

سلسلے میں مقیم کلکتہ تھے (غالب صفحہ ۱۱۶) صحیح نہیں۔ گل رعنا کی ترتیب ان کی تحریک سے ہوئی اور اس کا ذکر اس کے دیباچے میں ہے۔ دیوان فارسی میں بھی انھیں یاد کیا ہے :—

"یا سراج الدین احمد چارہ جز تسلیم نیست ورنہ غالب می گزید ذوق غزلخواں مرا"

مقطع کی ابتدائی شکل ہے — دیوان مرتبہ میں مصرع آخر میں کچھ تغیر کیا ہے۔ ان کے نام کے ۲۰ خط پنج میں اور ۱۲ متفرقات میں ہیں، ان میں سے گیارہ دونوں میں مشترک ہیں۔ غالب نے اوائل ۱۸۵۹ء میں دستنبو کا ایک نسخہ انھیں بھجوایا ہے اور ایک خط میں جو رمضان ۱۲۷۸ھ کے کچھ بعد کا لکھا ہوا ہے، ان کے نام کے ساتھ رحمۃ اللہ علیہ لکھا ہے — (عود صفحہ ۱۶۶) —

ابوالقاسم خاں۔ قاسم کے متعلق عبدالقادر خاں رامپوری اپنے روزنامچے میں لکھتے ہیں کہ "وہ عالی خاندانست، موطنش شاہ جہاں آباد است، و چندے بہ لکھنؤ بود، ناگاہ بہ کلکتہ رسانیدہ معاش شد، در خور لیاقت داشت" (صفحہ ۳۹ و صفحہ ۱۴۱)۔ دیوان جہاں (نسخۂ کلکتہ) میں ہے کہ "خاندان شاہی سے کچھ قرابت رکھتے ہیں۔ نسخۂ دلکشا کے مصنف کا بیان ہے کہ خاندانِ بادشاہی سے تھے، نساخ نے انھیں شہزادہ لکھا ہے اور تیمور کی اولاد میں بتایا ہے (سخن صفحہ ۳۷)، لیکن شہزادہ ہونے کے لیے تیموری ہونا کافی نہیں، اور نہ نساخ کے علاوہ کسی نے انھیں شہزادہ لکھا ہے۔ غالب سے غالباً کلکتہ کی ملاقات تھی، غالب کی مدحیہ غزل میں جس کا ذکر تپاں کے حال میں آیا ہے ایک شعر ہے :— ہم سخن اور ہمزباں حضرت قاسم و تپاں ایک تپش کا جانشیں درد کا یادگار ایک — (متفرقات صفحہ ۱۰۵) اگر درد کا یادگار سے یہ مراد ہے کہ درد کے بے واسطہ شاگرد تھے تو غالب سے عمر میں بہت بڑے ہوں گے — ایک قطعہ قاسم کا بھی غالب کی مدح میں ہے مگر اس کا تعلق غالب کی شاگردی سے نہیں۔ ظاہراً اس کے ساتھ جو خط بھیجا تھا اس میں یہ بھی تھا کہ کوئی غلطی ہو تو درست کر دیں (متفرقات صفحہ ۱۱۳)، اور غالب نے اپنے منظوم جواب میں اس کی ایک غلطی کی طرف اشارہ بھی کیا ہے — ظاہراً قاسم ہنری الماک کے متوسلین سے تھے (متفرقات صفحہ ۹ و صفحہ ۳۵) غالب کے خطوں میں ان کی وفات کا ذکر نہیں، لیکن تپاں کی وفات کے کچھ بعد تک زندہ

سلے کتاب میں نے نہیں دیکھی۔ عبارت آزاد صاحب کے ایک خط سے ماخوذ ہے۔

تھے، ان کے ایک لڑکے کی وفات کی طرف بھی بعض خطوں میں اشارہ ہے (متفرقات صفحہ ۹۱ و صفحہ ۹۳)۔ دلگشا میں ان کا ذکر اس طرح ہے کہ گویا مر چکے ہیں۔ قرینہ ہے کہ تپاں کی وفات کے کچھ بعد راہی عدم ہوئے ہوں گے۔ پنج آہنگ وغیرہ میں ان کے نام کا کوئی خط نہیں۔ متفرقات میں ۲۰ خط ہیں، نامہ منظوم مزید برآں۔
مرزا اکبر بیگ سے غالب کی حقیقی بہن بیاہی تھیں، خط ۲ سے پتا چلتا ہے کہ جون ہانی میں یہ کھو گیا ہے یہ بھی کلکتہ میں تھے۔ غالب کی کسی اور تحریر میں ان کا ذکر نہیں۔
مرزا افضل بیگ مرزا اکبر بیگ کے بھائی اور کلکتہ میں اکبر ثانی کے سفیر تھے۔ غالب کا کوئی خط ان کے نام کا موجود نہیں، لیکن دوسروں کے خطوں میں ان کا ذکر بہت ملتا ہے۔ غالب جب تک کلکتہ میں رہے ظاہر ان سے کوئی شکایت ہوئی، لیکن واپسی کے بعد لکھا ہے کہ یہ اپنے خواہر زادوں (اولادِ مرزا حاجی) سے رشوت لے کر ان کے ہمدرد ہو گئے ہیں اور غالب کو نقصان پہنچانے کی کوشش کر رہے ہیں (متفرقات صفحہ ۳۹) ان کی وفات تپاں کے انتقال سے پہلے ہوئی ہے اور یہ جس سنہ ہجری میں ہو صفر کے آخری چہار شنبے سے پہلے تھی (متفرقات ۶۰)۔
نواب علی اکبر خاں مصنف سیر المتاخرین کے حقیقی بھتیجے اور ہوگلی کے امام باڑے کے متولی تھے۔ غالب ان کے پاس محمد علی صدر امین باندہ و برادر سراج الدین علی خاں قاضی القضاۃ کلکتہ کا خط لے کر گئے تھے اور ان کے بہت مداح ہیں۔ تین بار ہوگلی جانے کا پتا غالب کے خطوں سے ملتا ہے۔ غالب کا بیان ہے کہ جب کلکتہ میں ان پر اعتراض ہوا تو انھوں نے اور محمد محسن نے جواب دیئے تھے اور ان دونوں کی تحریک سے باد مخالف لکھی تھی (پنج صفحہ ۸۰) شاد نے اس سلسلے میں حیات فریاد میں جو کچھ تحریر کیا ہے اس کے لیے وہ اپنے تخیل کے رہینِ منت ہیں۔ سالِ وفات کا ابھی تک پتا نہیں چلا۔
اسٹرلنگ کے لیے تپاں کے صفحات ۱۵۴، ۱۵۵، ۱۵۹، ۱۶۰ ملاحظہ ہوں۔
آغا محمد حسین کلکتہ میں اپنی والدہ کے ساتھ رہتے تھے۔ خانم صاحبہ، جن کا ذکر متفرقات کے صفحہ پہ ہے ظاہرا یہی ہیں۔ قاسم کی طرح یہ بھی ہنری الاک کے متوسلین سے تھے (متفرقات صفحہ ؟) غالب سے کلکتہ میں گہرے تعلقات ہو گئے تھے مگر دہلی بلا لیتا تھا کہیں

(۳۴) غالب ۱۲۴۳ھ میں تیسری شعبان کو وارد کلکتہ ہوئے اور اس بنا پر کہ واپسی میں وہ ۱۲۴۵ھ کی دوسری جمادی الاولیٰ کو باندہ پہنچ گئے تھے، یقین کے ساتھ کہا جا سکتا ہے کہ اواخر ربیع الثانی یا اوائل جمادی الاولیٰ میں وہ کلکتہ سے رخصت ہوئے ہوں گے۔ ان کے کل خطوط بہ استثنائے خطوط ۱۲ و ۱۴ و ۱۵ و ۱۷ و ۲۲ و ۲۶ و ۲۷ و ۳۲ غالب نے کلکتہ میں لکھے ہیں۔ اس سے ان کا زمانۂ کتابت ایک حد تک متعین ہو جاتا ہے۔

(۱) تیاں؟ خط ۱ رمضان ۱۲۴۳ھ یا رمضان ۱۲۴۴ھ کا لکھا ہوا ہے۔ خط ۵ میں جس عقل کا ذکر ہے وہی ہے جس کی طرف خط میں اشارہ ہے تو ۱۲۴۳ھ یقینی ہے، اور خط ۵ کا زمانۂ تحریر خط ۱ سے مقدم ہے۔ خط ۱۳ میں دستار [illegible] ہے، خط ۱ میں اسی کی رسید ہے تو خط ۱۳ خط ۱ سے پہلے کا ہے۔

(۲ و ۳) تیاں:— قریب بہ یقین ہے کہ خط ۲ میں جس شادی کا ذکر ہے، محمد علی کی شادی بسم اللہ ہے جو ظاہراً شعبان میں ہوئی (خط ۷)۔ اس خط کا تعلق خطوط ۳ و ۷ و ۹ سے ہے۔ خط ۲ خط ۳ اور خط ۹ ان دونوں سے مقدم معلوم ہوتا ہے۔ خط ۷ اس سلسلے کا آخری خط ہے۔ یہ فیصلہ مشکل ہے کہ یہ خط کس سنہ کے ہیں۔

(۴) تیاں خط ۴ پہلا خط ہے جس میں فیض الدین حیدر کا نام آیا ہے۔ خط ۱۰ میں بھی ان کا ذکر ہے۔ خط ۳۱ جو فیض الدین حیدر کے نام ہے، ۱۲ صفر ۱۲۴۵ھ کا لکھا ہوا ہے، اور یہ پہلا خط ان کے نام کا معلوم نہیں ہوتا۔ اس لیے ۴ کا زمانۂ تحریر لازماً خط ۳۱ سے پہلے ہے۔ خط ۱۰ میں جس خط کے ڈھاکہ (جہانگیر نگر) بھجوانے کی استدعا کی ہے، ممکن ہے خط ۴ یا خط ۳۱ ہو۔

(۵) تیاں؟ خط ۵ کا تعلق خط ۳۶ متفرقات (صفحہ ۷) سے ہے، اور اس زمانے کا ہے جب غالب کلکتہ میں تازہ وارد تھے۔ (۶) تیاں؟ زمانہ؟

(۷) تیاں؟ خط ۲ و ۹ سے تعلق (۸) تیاں؟ زمانہ؟ (۹) تیاں؟ (۲ و ۳ و ۷)

(۱۰) تیاں؟ (خط ۴ و ۳۱) (۱۱) تیاں؟ خط ۱۱ ورود کلکتہ کے چند ماہ بعد کا ہے جب غالب کو یہ ہدایت کی جا چکی تھی کہ مقدمہ دہلی میں پیش کریں۔ ریذیڈنٹ دہلی کے حالات اسی غرض سے معلوم کرنا چاہتے ہیں۔ خط ۲۰ اس سے قبل کا ہے۔ اس میں

سلہ علامت استفہام مکتوب الیہ کا نام خط کے ساتھ نہیں ہے جب ہی لگائی ہے۔

اجنبہ جام جہاں نما مانگا ہے، اور اس میں اُسے واپس کرتے ہیں۔ ازیڈیٹ کا ذکر دونوں میں ہے۔

۱۲ و ۱۴) خواجہ محمد حسن؛ خط ۱۴ میں غالبًا دیوان کی طرف اشارہ ہے، جس کا صراحتاً ذکر خط ۱۲ میں ہے۔ میری رائے میں یہ دونوں خط ۱۰ رمضان ۱۲۴۸ھ کے لگ بھگ لکھے گئے ہیں۔

۱۳) تپاں؛ (۱)۔ ۱۵) خواجہ محمد حسن۔ خط ۱۷ اور خط ۱۵ کا زمانہ تحریر ایک معلوم ہوتا ہے۔ ۱۶) خواجہ فخر الدین۔ ۱۰ رمضان ۱۲۴۸ھ۔

۱۷) تپاں؛ یہ خط ظاہراً اس زمانے کا ہے جب غالب کلکتہ میں پا بہ رکاب ہیں۔

۱۸) مکتوب الیہ؛ زمانہ؛ ۱۹) تپاں؛ زمانہ؛ ۲۰) تپاں؛ (۱۱)۔

۲۱) تپاں؛ خط ۲۱ میں اپنے ملازمین کی کلکتہ داخل کلکتہ سے ناواقفیت کا ذکر کیا ہے۔ ظاہراً اس زمانے کا ہے جب کلکتہ میں تازہ وارد تھے۔ خط ۲۳ کا اس سے تعلق ہے۔

۲۲) تپاں؛ متفرقات کا خط ۴۲ بنام تپاں صفحہ ۶۳۔ غالبًا مرزا افضل بیگ کی وفات کے بعد لکھا گیا ہے۔

۲۳) تپاں؛ (۲۱)۔ ۲۴) تپاں؛ یہ ادبی نزاع کے آغاز کے بعد کا ہے۔ شوال ۱۲۴۳ھ یا اس کے کچھ بعد لکھا گیا ہوگا۔ خط ۲۹ و ۳۰ بھی اسی زمانے کے ہیں۔

۲۵) تپاں؛ یہ خط اس وقت کا ہے جب کلکتہ سے رخصت ہونے والے ہیں۔ خط ۲۷ اس کے بعد کا ہے۔ ۲۶) تپاں؛ زمانہ؛۔

۲۷) تپاں؛ متفرقات کا خط ۲۵ بنام تپاں صفحہ ۶۴ تاریخ تحریر ۴ ستمبر ۱۸۲۸ء یا ۱۸۲۹ء ہوگی۔ مؤخر الذکر زیادہ قرین قیاس ہے۔

۲۸) تپاں؛ زمانہ؛ ۲۹) تپاں؛ (۲۴ و ۳۰) ۳۰) تپاں؛ (۲۴ و ۲۹)

۳۱) فیض الدین حیدر؛ نہیں۔۔۔ ایں، اصلاح شدہ شکل میں ان کے نام نگارستانِ سخن میں موجود ہے۔ غالب نے تاریخ تحریر ۲ صفر، روز تحریر جمعہ دیا ہے۔ ۱۲۴۵ھ ہونا چاہیئے۔

۳۲) تپاں؛ متفرقات کا خط ۲۲ بنام تپاں صفحہ ۷۵۔ زمانہ ابعد

(۲۰) "لال ڈگی ..... اب بھی ڈلہوزی اسکوائر کے اُس حصّہ کو کہتے ہیں جو جنرل پوسٹ آفس کے قریب واقع ہے' (ص) ن میں رزیڈنٹ۔

(۲۱) ایک کہار اور دو خدمتگار ظاہراً دلی سے ساتھ گئے تھے۔ 'کودن کہار' اُن کے علاوہ معلوم ہوتا ہے۔ ن میں 'تصدیعہ' ہے۔؟

'ٹالی یعنی ٹالی ہے' عوام اب تک اسے ٹالی ہی کہتے ہیں اور یہاں سال بھر میں ایک بار میلا بھی ہوتا ہے (ص) ٹالی نام کا ڈاکخانہ بھی کلکتہ میں ہے۔ وہاں کا مشہور علاقہ ہے۔ 'ہر روز آدم' ن میں 'ہر روزہ آدم' 'گر' ہ' مشکوک۔

(۲۲) یہ خط متفرقات میں بھی ہے (ص ... و ص ...) اختلافات یہ ہیں: متفرقات میں 'قبلہ' کی جگہ 'کعبہ' 'کریم' کی جگہ گو مید اور یہی صحیح ہے' 'ترسند' کی جگہ 'مند' ہے۔ 'فدائے' کی جگہ 'فدا' 'مدعا این است' کی جگہ 'مدعا این' 'جملہ' کی جگہ 'جلدا' (یہی صحیح ہے) 'دیار اور' کی جگہ 'دیار است' 'خوش' کی جگہ 'خوش اگر دہ یعنی' حکما کی جگہ 'گروہ' 'از حال مجذوبی ... خاکسار است' یہ تمام عبارت خفیف اختلاف کے ساتھ متفرقات میں سراج کے نام کے ایک خط کا جزو ہے ص ... یہ متفرقات میں 'خاں' کے بعد 'بہادر' 'سراسیمگی' کے بعد 'ہا'۔

(۲۳) تیاں غالباً غالب کے خطوط کو اپنی بیاض میں نقل کر لیا کرتے تھے' جس خط کو ضایع کرنے اور اپنی بیاض میں نقل کرنے کی ہدایت کی ہے وہ خط ۲۴ تو نہیں؟

(۲۴) یہ خط مجموعۂ ڈھاکہ کے تمام خطوں میں سب سے زیادہ اہم ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مخالفین غالب نے غالب پر اپنے اعتراضات کو قلمبند بھی کر لیا تھا مگر اس کا پتا نہیں چلتا کہ یہ اعتراضات کسی اخبار میں یا رسالے کے طور پر چھپے بھی تھے یا نہیں۔ جن اشعار پر اعتراض ہوئے ہیں وہ کلیات میں موجود ہیں (ص ۲۹۸ و ص ۴۸۲) دراسی طرح ہیں جیسا غالب نے بیان کیا ہے۔ اس یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ فارسی میں دیو ذال سے متعلق غالب کے جس مسلک کا قاطع سے علم ہوتا ہے وہ بہت قدیم ہے۔ ۱۲۴۳ھ میں بھی ان کا یہی عقیدہ تھا جو ۱۲۷۶ھ میں تھا۔ یہ بحث طویل ہے کہ فارسی میں ذال ہے یا نہیں؟ اس کے بارے میں کبھی آئندہ لکھا جائے گا۔ اس وقت اس پر اکتفا کیا جاتا ہے کہ پذیرفتن وغیرہ کو زے سے لکھنا قطعاً صحیح نہیں۔ غالب کا یہ کہنا بھی ٹھیک نہیں چوں کہ وہ اس سے واقف ہیں کہ اور لوگ پذیرفتن وغیرہ کو ذال سے لکھتے ہیں' زے سے لکھنا املائی غلطی نہیں' غلطی کی یادہ ہے' غالب نے اردو میں بھی لکھا ہے: 'غلطی ہائے مضامین

مت پوچھ'۔ میں فی الحال یہ کہنے سے قاصر ہوں کہ ایرانیوں نے غلط کو یائے زائدہ کے ساتھ استعمال کیا ہے یا نہیں۔ اس خط کے متعلق مؤید میں ہے: "پیش ازیں بدہ سال تخمیناً رقعاتے چند نوک ریز خامہ حرف آفریں جناب غالب بہ نظر فقیر آمد نقل یک رقعہ ازاں اینکہ: اس کے بعد خط نقل کیا ہے جس میں "لیکن ازاں جا... غلط نہ خوانند دیگر" اور "اگر بیذیرند..... اسداللہ" کے سوا کل عبارت موجود ہے (ص۱۷۷ و ص۱۷۸)۔ احمد کے سامنے پورا خط تھا اور انھوں نے عبارتیں خود حذف کر دیں، یا نامکمل خط تھا جو سارے کا سارا نقل کر دیا ہے اس کا فیصلہ مشکل ہے۔

(۲۵) خط ۱۷ میں دوشنبہ کے دن کلکتہ سے روانگی کا ذکر کیا تھا' اس خط سے معلوم ہوتا ہے کہ پنجشنبہ کو کلکتہ سے رخصت ہونے والے تھے۔

(۲۶) 'فرزندانِ ارجمنداں' صفت کی جمع لانے پر غالب معترض ہوئے ہیں (تفاصیلِ تحقیق)۔

(۲۷) 'تنت .... گرند میاد' حافظ کا مطلع ہے۔ 'چندم' اب تک کہیں میری نظر سے نہیں گزرا۔ یہ خط متفرقات میں بھی ہے (ص۴۳)۔ اختلافات: متفرقات میں صادق علی خاں کے بعد 'صاحب'، 'رسیدہ است' کی جگہ 'رسید'، 'قبلۂ نیکواں' کی جگہ 'قبلۂ صورت و معنیٰ'، احمد کے بعد 'صاحب'، 'طراز درستم' کی جگہ 'طراز حرفت درستم'، 'قبلۂ صورت و معنیٰ' کی جگہ 'قبلۂ نیکواں'، 'حکیم احمد علی' کی جگہ 'حضرت سید احمد علی خاں'، 'بہم دادہ است' کی جگہ 'بہم داد'۔ 'حکیم احمد علی خاں' کی جگہ 'حکیم صادق علی خاں' (اور یہی صحیح معلوم ہوتا ہے)؛ 'عزمِ انقطاع علاقہ' کی جگہ 'عزمِ انفکاک سررشتہ' ہے۔ متفرقات میں 'دریابم' کے بعد یہ عبارت زائد ہے: "حالیکہ دارم از درد گریختہ موسومۂ جناب مولوی سراج الدین احمد صاحب سمت انکشاف تواند یافت۔ بخدمت مخدومہ معظمہ گزارش د" اور 'عزیز از جاں' کی جگہ 'عزیز از جاناں'، اور 'دافزونی دولت' کی جگہ 'فقط'۔

(۲۸) 'ل ہیچ و تشویش' 'ہیچ و تاب تشویش ہوگا'۔

(۲۹) یہ خط بھی اہم ہے۔ اس میں کن تین مطلعوں کا ذکر ہے' اس کا پتا نہ چل سکا۔ ظاہرا یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ مطلع مکتوب الیہ (تپاں) نے بھیجے تھے۔ مگر کہیں اور اس کا ذکر نہیں۔ معترض کی جگہ معترض الیہ چاہیے۔

(۳۰) شملہ بازار خود غالب نے لکھا ہے کہ چیت بازار کے قریب ہی (پنج ہم)

غالب' میں ہے کہ چیت پور روڈ کے اُس حصّہ میں تھا جو بعد کو "گینڈا تالاب" کے نام سے مشہور ہوا
ص۱۵۰۔ "آواز.... گوارا" سُنا ہوا مصرع ہے مگر اس وقت یاد نہیں آتا کہ کس کا ہے۔
اردو شعر دیوان مروجہ میں ہے۔ اس خط سے بھی ادبی نزاع پر روشنی پڑتی ہے۔

(۳۱) یہ یاد آتا ہے کہ حکیم حبیب الرحمٰن مرحوم نے حاشیۂ ن پر لکھا تھا کہ
جو اشعار اس خط میں ہیں وہ شائق کے دیوان میں موجود ہیں۔ اس خط میں 'اجلّہ بدیہات'
آیا ہے، اس کی نسبت احمد لکھتے ہیں:

"من یکے از ثقات سماع دارم کہ جناب غالب در یکی از نامہائے خود 'اجلّہ
بدیہیات' نگاشتہ است۔ اجلاء بدیہیات کہ زبان زد خاص و عام است آں را نا روا
پنداشتہ است" (مؤید ص۲۵۳)۔

جناب ڈاکٹر محمد زبیر صدیقی سے اس کا ذکر آیا تو انھوں نے کہا کہ 'اجلی بدیہیات'
ہونا چاہیے۔ اجلّہ اور بدیہات دونوں غلط ہیں۔

(۳۲) یہ خط متفرقات میں بھی ہے (ص۸۵ و ص۸۶)۔ اختلافات: متفرقات
میں 'اندہ' کی جگہ 'اندوہ'، 'گرسر برود' کی جگہ 'کہ اگر سر برود'، 'بودیذ' کی جگہ 'بودند'، 'سعی' کی جگہ
یعنی۔ لفظ 'فقط' متفرقات میں نہیں۔ 'یاد دارند' کے بعد بہت سی عبارت ع میں نہیں ہے۔

۱۰/۱۱/۱